مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بفضل خدا اچھی ہے حضور نے ترجمۃ القرآن کا کام شروع فرما دیا ہے۔

یہ خبر باعث مسرت اور خوشی سے سنی جائیگی۔ کہ صاحبزادہ میاں عبدالسلام صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا نکاح ۱۴ ستمبر بعد نماز عصر جناب مفتی محمد صادق صاحب کی صاحبزادی سعیدہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا ہم اس تقریب سعید پر خاندان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور خاندان جناب مفتی صاحب کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس تعلق کو بابرکت اور طرفین کی خوشی اور مسرت کا موجب بنائے۔ آمین

اسی دن میاں ہادی علی خانصاحب ابن جناب خانصاحب ذوالفقار علیخاں صاحب کا نکاح ایکہزار روپیہ مہر پر خان بہادر غلام محمد صاحب گلگتی کی لڑکی آمنہ بیگم صاحبہ سے حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ڈلہوزی سے تشریف لے آئے ہیں۔

چندۂ خاص اور جماعت احمدیہ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی بخشی ہوئی توفیق سے جماعت احمدیہ حسب طرح ہمیشہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتی ہے۔ اسی طرح اس نے اس دفعہ کے چندہ خاص میں بھی بے نظیر قربانی اور ایثار کا ثبوت دیا ہے۔ جس کا پتہ ان اعلانات سے لگتا ہے۔ جو اخبار میں شایع ہوتے رہے ہیں۔ یہ مہینہ جو گذر رہا ہے۔ چندہ خاص کی میعاد کا آخری مہینہ ہے۔ اس لئے احباب کو اس ماہ میں خاص کوشش اور سعی سے کام لینا چاہئے۔ اور مہینہ کے ختم ہونے سے پہلے چندہ خاص کی مقررہ رقوم بھجوا دینی چاہئیں۔

حال میں حسب ذیل احباب اور جماعتوں کے متعلق اطلاعات موصول ہوئی ہیں:۔

۱۔ جماعت دھرگ ضلع باجوہ رنگے پور ایک نئی جماعت ہے۔ جو اسی سال قایم ہوئی ہے۔ اس کے ہر ایک دوست نے چندہ خاص میں حصہ لیا ہے۔ یہ جماعت زمیندار احباب کی جماعت ہے۔

۲۔ رانچی سے بابو محمد الدین احمد صاحب کا وعدہ ان کی ماہوار آمدنی پر اکتیس فیصدی کی شرح سے ہے۔ اور کل رقم آپ ارسال فرما چکے ہیں۔

۳۔ جماعت موضع گنج لاہور کے فارم میں میاں فضل الدین اور میاں عبدالکریم صاحبان کے وعدے بشرح تیس فیصدی اور باقی کے باشرح ہیں۔

۴۔ ہربنس پور ریاست پٹیالہ کا فارم بھی باشرح موصول ہوگیا ہے۔

۵۔ ماسٹر بہادر خانصاحب مدرس دجاگنا تو الہ ضلع شاہپور کا چندہ خاص باشرح یکمشت وصول ہوگیا ہے۔ اسکے علاوہ ماسٹر صاحب نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی طرف سے بھی چندہ خاص ادا کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے لکھا ہے۔ کہ میری بیوی مرحومہ ہمیشہ ہر ایک چندہ خاص اور چندہ عام میں باقاعدہ حصہ لیا کرتی تھی۔

۶۔ چک نمبر ۲۴ جنوبی کے شیخ محمد الدین صاحب دکاندار نے بھی اپنا چندہ خاص یکمشت ادا کر دیا ہے۔

۷۔ جماعت بھا نبور کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ کہ صوفی حبیب احمد میاں جی سبحان بخش اور مولوی عبدالعزیز صاحبان چندہ خاص چالیس اور تیس فیصدی کی شرح سے ادا کرینگے۔

عبدالمغنی ناظر بیت المال

کے الزام لگائے۔ اس پر جماعت پشاور نے مباہلہ کی اجازت مانگی

یہ واقعات ہیں

جن سے شاید مولوی صاحب نتیجہ نکالتے ہیں۔ ان کی طرف سے تو خوشی رہی۔ مگر ہماری طرف سے ان کے خلاف پروپیگنڈا ہوتا رہا۔

قاضی محمد یوسف صاحب

کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس وقت تک کہ وہ دوبارہ فتنہ رونما ہوا۔ قاضی صاحب خان عجب خان صاحب غیر مبایع کے ساتھ مل کر جو غیر مبایعین کی امداد میں بہت حصہ لیتے رہے ہیں۔ یہ کوشش کر رہے تھے۔ کہ دونوں فریق اور زیادہ قریب ہو جائیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک معاہدہ تجویز کیا۔ اس کی شرائط بھی لکھیں۔ اس کے متعلق میں خان عجب خان صاحب سے کہونگا۔ کہ وہ شہادت دیں۔ ایسا ہوا۔ یا نہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قاضی صاحب اتحاد کے خلاف کوشش کرتے رہے ہیں۔ یا اور اتحاد قائم کرنے کی اب میں مولوی صاحب کے چیلنج کو قبول کرتا ہوا اعلان کرتا ہوں۔ کہ وہ ان

دونوں بورڈوں میں سے کوئی

سا منظور کریں۔ اور پھر جو فیصلہ ہو۔ اس کی پابندی کی جائے۔ اگر میری طرف سے زیادتی ثابت ہو۔ تو میں معافی مانگ لونگا۔ اور اگر میری طرف سے کسی اور کی زیادتی ثابت ہو۔ تو وہ معافی مانگیگا۔ اسی طرح مولوی صاحب اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق اعلان کریں ان کے نقطۂ نگاہ سے میرے لئے

معافی مانگنا

تو بہت مشکل بات ہے۔ کیونکہ میں ان کے نزدیک پیر پرستی قائم کرنے والا ہوں۔ اور وہ چونکہ پیر پرستی کو دور کرنے والے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے معافی مانگنا آسان ہے۔ پھر اس تجویز کو قبول کرنے میں انہیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں میرے

خوابوں کی تضحیک

کی اور تمسخر کیا ہے۔ مگر ان کو قرآن کریم کا وہ قول یاد کر لینا چاہئے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اگر یہ جھوٹا ہے۔ تو جھوٹ اس پر آپڑے گا اور اگر سچا ہے۔ تو تمہیں فکر کرنی چاہئے۔ کہ تم پر وبال نہ آپڑے۔ اگر میں نے خوابیں خود بنا کر بیان کی ہیں۔ تو مولوی صاحب کو خوش ہونا چاہئے۔ کہ ان کا راستہ صاف ہونے لگا ہے۔ اور اگر خوابیں سچی ہیں۔ تو ان کی تضحیک کرنے سے ان کو ڈرنا چاہئے۔

سچے خواب کی تضحیک

گو وہ نبی کا نہ ہو۔ کچھ نہ کچھ خدا کی ناراضگی کا باعث ضرور ہوتی ہے باقی یہ

اللہ تعالیٰ کا فضل

ہے۔ کہ مجھے بیسیوں خواب آتے ہیں۔ جو پورے ہو جاتے ہیں۔ آج ہی ایک خواب پورا ہوا ہے۔ بے شک مولوی صاحب اس پر بھی ہنسی اڑائیں۔ میرے لڑکے ناصر احمد نے اس سال مولوی فاضل کا امتحان دیا تھا۔ دو پرچے وہ دے چکا تھا۔ اور تیسرا ابھی نہ دیا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ وہ قادیان آگیا ہے۔ اور کہتا ہے۔ یہ پرچہ خراب ہوا ہے۔ میں نے کہا تمہارے گھبرانے کے سبب سے ایسا ہوا۔ تمہیں امتحان پورا دینا چاہئے۔ اس خواب میں بتایا گیا تھا۔ کہ خدا کے نزدیک وہ دوسرے پرچہ پر ہی واپس آچکا ہے۔ آج اطلاع پہونچی ہے۔ کہ وہ دوسرے پرچہ میں ہی فیل ہوا ہے۔ اور یہ وہ پرچہ تھا جس کے متعلق اسے اطمینان تھا۔ کہ اچھی طرح ہوگیا ہے

اسی طرح تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ میں نے دیکھا۔ ایک معزز غیر احمدی کا تار چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے نام کسی کام کے متعلق آیا ہے۔ میں نے بعض دوستوں کو یہ خواب بتایا۔ اس کے بعد چوہدری صاحب کی چٹھی آئی۔ جس میں اسی طرح کا تار آنے کا ذکر کرتے ہوئے ایک اہم کام پر جانے کا ذکر کیا تھا۔ تو خدا کے فضل سے متواتر خوابیں آتی رہتی ہیں۔ جو پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی میری تائید میں آتی ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ خان ذوالفقار علی خان صاحب نے لکھا۔ کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک غیر مذہب کے مقابلہ میں مجھے

عظیم الشان کامیابی

ہوئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے۔ کہ کبھی مومن کو سچے خواب دکھاتا۔ اور کبھی اس کے لئے دوسروں کو دکھاتا ہے۔ اس پر اگر مولوی محمد علی صاحب ہنسی اور تمسخر کرتے ہیں۔ تو کریں۔ ان کی مرضی لیکن خدا کے فضل سے ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جو اللہ پر افترا کرتے ہیں۔ میں تو بہت سی ایسی خوابیں جو پوری ہو جاتی ہیں وہ بھی بیان نہیں کرتا۔ مولوی صاحب نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ میں اس میں ان کو معذور سمجھتا ہوں۔ وہ اس امت کے انعامات پر بحث کرتے کرتے ایک طرف تو اس کے لئے

خوابوں کا دروازہ

کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف جسے سچی خواب آئے۔ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ گویا عملاً وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ کسی کو خواب آئے۔ مگر میں تو یہی

دعا

کرتا ہوں۔ کہ انہیں خدا تعالیٰ سچے خواب دکھائے۔ اور اسی طرح انہیں بتا دے۔ کہ وہ غلطی پر ہیں۔ تا جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے خدا تعالیٰ لھم البشریٰ کی بشارت ان کے حق میں بھی پوری کرے۔ تاکہ

جھگڑا مٹ جائے

وہ مجھے مفتری کہتے ہیں۔ لیکن میں ان کے لئے بھی کہتا ہوں۔۔۔

بالآخر میں پھر کہتا ہوں۔ میں اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کیلئے انکا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ جس سپرٹ میں میں نے اس بات کو بیان کیا ہے۔ اسی سپرٹ میں وہ اسے قبول کرینگے خدا تعالیٰ انکے لئے یہ رستہ کھولدے۔ تاکہ وہ ایسی راہ اختیار کریں۔ کہ جھگڑا فساد مٹ جائے۔

ٹیریٹوریل فورس کیلئے
احمدی نوجوانوں کی ضرورت

احباب کو معلوم ہے۔ کہ احمدیوں کی ایک علیحدہ فوجی کمپنی ہے جو بنام سی کمپنی متعلق ۱۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ ٹریٹوریل فورس ہے۔ اس کے نوجوانوں کو پہلے سال دو ماہ اور پھر پانچ سال تک ایک ماہ۔ جنوری اور فروری میں ہر سال فوجی تعلیم انبالہ چھاؤنی میں زیر کمان حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب دی جاتی ہے۔ اس کمپنی کے واسطے مضبوط اور لمبے قد کے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ انبالہ آمد و رفت کا کرایہ سرکار سے ملے گا۔ اور ایک ماہ کی تنخواہ راشن اور وردی بھی ملے گی۔ تعلیم یافتہ اصحاب سپاہیوں میں بھرتی ہو کر جلد ترقی رینک کی کر سکتے ہیں۔ جو نوجوان اس فوج میں داخل ہونا چاہیں۔ وہ فوراً اپنا نام پتہ وغیرہ حالات لکھ کر بخدمت حضرت مرزا شریف احمد صاحب۔ قادیان بھیج دیں۔ پھر یہاں سے ان کے طبی معائنہ کے واسطے ڈاکٹر بھیجا جائے گا۔ اور اس کے بعد تاریخ مقرر کر کے ان سب کو اطلاع دی جائے گی۔ اور میجر صاحب کو بھی قادیان بلایا جائے گا۔ قادیان آنے کا کرایہ نوجوان خود ادا کریں گے واپسی کے واسطے پاس دیا جائیگا۔ اور پھر انبالہ جانے کے واسطے بھی پاس دیا جائیگا۔ سکرٹریان جماعت اس معاملہ میں تندہی سے کام کریں۔ اور اچھے نوجوان بھرتی کرائیں۔ تاکہ احمدیہ کمپنی کو نیک نامی حاصل ہو۔

خادم محمد صادق عفا اللہ عنہ ناظر امور خارجہ قادیان

۱۳ ستمبر کے فاروق کا انتظار

ناظرین اخبار کو پہلے یہ اطلاع دیگئی تھی۔ کہ فاروق کا خاص نمبر متعلق "فتنہ مستریان" ۱۳ ستمبر کو شائع ہوگا۔ لیکن باوجود پوری کوشش کے اس تاریخ پر یہ نمبر شائع نہیں ہو سکا۔ مضمون وسیع ہو گیا۔ ۲۸ صفحہ کا اخبار ۱۳ ستمبر تک چھپ چکا تھا۔ اور ہنوز مضمون باقی تھا۔ یہ مناسب نہ سمجھا کہ اتنا ہی پرچہ شائع کرایا جائے۔ بلکہ ضروری خیال کیا۔ کہ مکمل مضمون ختم کیا جائے بنا بریں مضمون لکھا جا رہا ہے۔ اور اخبار ۳۶ صفحہ کا ہوگا۔ جو انشاء اللہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء سے پہلے شائقین کے پاس پہنچ جائیگا۔ ایک پرچہ کی قیمت ۳/ اور محصولڈاک دو پیسہ جملہ ۳/۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگا یا جائے۔ وی۔ پی ایک روپیہ سے کم کا نہ کیا جائیگا

مینجر فاروق قادیان

وصیتیں

نمبر ۲۸۸۹ میں مراد بی بی زوجہ اللہ دتا قوم ککے زئی عمر ۶۰ سال بیعت تقریباً دس سال ساکن شاہدرہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶؍مئی ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۲۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیورات قیمتی للعہ روپیہ معہ نقد روپیہ وصول کردہ حق مہر العبد مراد بی بی زوجہ اللہ دتا۔ گواہ شد حکیم احمد الدین سیکرٹری جماعت احمدیہ شاہدرہ گواہ شد: اللہ دتا ولد محمد بخش ککے زئی سکنہ شاہدرہ خاوند موصیہ

نمبر ۲۸۹۲ میں محمد ایوب خاں ولد محمد یعقوب خاں قوم یوسف زئی پیشہ ملازمت و زمینداری عمر ۴۲ سال بیعت اگست ۱۹۰۴ء ساکن مراد آباد ضلع مراد آباد بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۱۔ میری موجودہ جائداد ایک بیگہ زمین خام میرے نام ہے۔ جو منجملہ ۶۵ بیگہ کے ہے۔ اور جس میں ۹ شریک ہیں۔ میرے ایک بیگہ کی سالانہ آمدنی ۳ روپیہ ہے۔ (۲) اس کے علاوہ مرزا پور کے علاقہ میں ۲۰۳ بیگہ پختہ اراضی گورنمنٹ نے عطا کی ہے۔ جس کو پانچ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ لیکن بوجہ مالی مشکلات کے کاشتکاروں کا مہیا کرنا اور وطن کا بھی نہ چھوڑنا غیر آبادی کا باعث ہے۔ صرف ایک کاشتکار اس اراضی کے ۵۰ بیگہ رقبہ کی کاشت کرتا ہے۔ جو سالانہ لگان مبلغ ۵ روپیہ دیتا ہے۔ (۳) ماہوار پنشن للعہ روپیہ اور انعام بہادری ایک روپیہ روزانہ کے حساب سے ملتا ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمدنی کا ماہوار ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ فقط العبد محمد ایوب خاں بہادر لفٹنٹ موصی گواہ شد محمد اللہ داد خاں بقلم خود۔ گواہ شد محمد صاحبداد خاں سب انسپکٹر پولیس۔

نمبر ۲۸۹۳ میں علی محمد ولد میاں غلام دین صاحب مرحوم قوم رائیں پیشہ تجارت عمر ۳۲ سال بیعت ۱۹۰۷ء ساکن قادیان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد ایک مکان پختہ بمع پانچ عدد دکانات و ڈیڑھ کنال اراضی سکنی متصل مکان مذکور واقعہ محلہ دارالعلوم قادیان ہے۔ میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ تجارت پر ہے جس کی اندازاً ماہوار آمد مبلغ للعہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں بمد وصیت حصہ جائداد کے طور پر کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ العبد علی محمد بقلم خود ساکن قادیان ولد میاں غلام الدین صاحب مرحوم گواہ شد۔ غلام رسول افغان تاجر ساکن قادیان گواہ شد۔ عبدالرحمن مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

نمبر ۲۸۹۴ میں فاطمہ بی بی زوجہ علی محمد قوم ارائیں عمر ۲۸ سال بیعت ۱۹۱۶ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ جولائی ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد۔ زیورات قیمتی تین صد روپیہ اور مہر مبلغ دو صد روپیہ ہے۔ اور ایک مشین کپڑے سینے کی قیمتی ایک سو اسی روپیہ ہے۔ میں اپنی اس موجودہ جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد اس موجودہ جائداد کے علاوہ کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ فقط ۲۶ جولائی ۱۹۲۸ء کاتب الحروف علی محمد۔ العبد: فاطمہ بی بی زوجہ علی محمد گواہ شد: علی محمد ولد میاں غلام الدین صاحب مرحوم خاوند موصیہ۔ گواہ شد: عبدالرحمن مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

نمبر ۲۸۹۵ میں مبارک احمد ولد چوہدری عبدالرحیم صاحب قوم بھٹی راجپوت عمر ۲۲ سال پیشہ ملازمت ساکن قادیان دارالامان۔ حال بچوما ریلوے اسٹیشن کینیا کالونی۔ برٹش ایسٹ افریقہ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ جون ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں میری ماہوار آمد اس وقت ۱۵۰ شلنگ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی فقط العبد موصی مبارک احمد گواہ شد عبدالسلام بھٹی ہیڈ ٹیچر گورنمنٹ انڈین سکول نیروبی کینیا ۶ جولائی ۱۹۲۸ء گواہ شد (ڈاکٹر) عمرالدین احمدی پسوال نیروبی کینیا کالونی

نمبر ۲۸۹۶ میں ڈاکٹر عمر دین احمدی ولد محمد بخش صاحب قوم پسوال ساکن گجرات پنجاب حال وارد نیروبی کینیا کالونی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (تاریخ پیدائش ۲۸ جولائی ۱۸۷۹ء بیعت ۳۰ جون ۱۹۰۵ء) میری موجودہ جائداد خود پیدا کردہ حسب ذیل ہے۔ (۱) ۲ مکانات پختہ متصل ولاہ بلوچاں۔ گجرات پنجاب میں ہے۔ (۲) تقریباً ۸ ۱/۲ بیگہ اراضی چاہی جو واقعہ دمیر کے خورد ضلع گجرات پنجاب میں ہے۔ بعد میری وفات مذکورہ بالا ہر دو مکانات و اراضی کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری تنخواہ ۳۶۰ شلنگ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی تنخواہ یا پنشن کا جو بھی ہوا کریگی اس کا دسواں حصہ ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر میری وفات پر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم اپنی جائداد وصیت کردہ کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو اسی قدر رقم اس کی قیمت سے منہا کردی جاویگی۔ یکم اگست ۱۹۲۸ء سے اس پر عمل درآمد ہوگا۔ العبد: خاکسار عمرالدین احمدی موصی بقلم خود۔ گواہ شد: غلام رسول پسر موصی بقلم خود گواہ شد: عبدالعزیز بی۔ اے بی ٹی بقلم خود

ہندوستان کی خبریں

لاہور۔ ۱۰ ستمبر۔ مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و سابق اڈیٹر اخبار وطن چند دن کی علالت کے بعد گذشتہ شب انتقال کر گئے

دہلی۔ ۸ ستمبر۔ سرکاری اعلان کیا گیا ہے۔ کہ سائمن کمیشن کا دفتر دہلی ۲۴ ستمبر کو دہلی میں بند ہو کر ۲ ستمبر کو پونا میں کھلے گا۔ جو خط و کتابت ۲۴ ستمبر تک دہلی نہیں پہونچ سکتی۔ اور اس کے بعد کی تمام خط و کتابت کیمپ انڈیا کے پتہ پر بھجوائی جائے

پشاور۔ ۱۰ ستمبر۔ مجلس عالیہ افغانیہ کی آخری نشست ختم ہو گئی۔ افغانستان کے فوجی جھنڈے کے رنگ پر بحث دیر تک ہوتی رہی۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ ان کے جھنڈے کا رنگ سرخ سبز اور سیاہ ہو۔ اور اس پر گندم کے کوہستانی کھیت کے کنارے سے طلوع آفتاب کا نظارہ دکھایا گیا۔ جھنڈے کے اوپر مذہبی طغریٰ بھی ہوں گے۔ شاہ کابل نے مجلس کو ختم کرتے ہوئے اعلان کیا۔ کہ اگلا اجلاس پانچ سال بعد ہوگا۔ لیکن ایک خمس مندوب کابل ہی میں رہیں گے۔ تاکہ جدید مجلس ملیہ میں شریک ہو سکیں۔

لاہور۔ ۷ ستمبر۔ محکمہ آثار قدیمہ کے سپرنٹنڈنٹ کی زیر نگرانی لاہور کے قلعہ کی دوبارہ تعمیر ہوگی۔ قلعہ کے اندر جو فوجی بارکیں بنی ہیں ان کو منہدم کر کے میدان سبزہ زار کر دیا جائیگا۔ قلعہ کی جو دیوار شہر کی طرف ہے وہ گرا دی گئی ہے۔ اس میں برج بنا کر عوام کی تفریح کے لئے چمنستان کر دیا جائیگا۔ اندازہ ہے کہ یہ تمام کام دو برس میں ہو جائیگا۔

شملہ۔ ۷ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ بابو ایس سی مترا (سوراجی) اور مسٹر ٹھاکر داس بھارگو تعین سن بلوغ کے مسودہ قانون پر غور کرنے والی کمیٹی کے رکن منتخب ہوں گے۔ مسلمان ارکان میں سے شاید یامین خاں صاحب کا انتخاب ہوگا۔

لاہور ۱۰ ستمبر۔ تعطیلات کے بعد ہائیکورٹ کی عدالتیں آج سے پھر کھل گئی ہیں۔

دہلی۔ ۹ ستمبر۔ کل زنانہ ہسپتال میں ایک عورت کے ۱۶ اسیر وزنی بچہ پیدا ہوا۔ جو عورت کا چار جگہ سے پیٹ چاک کر کے نکالا گیا۔ بچہ اور اس کی ماں دونوں مر گئے۔

لاہور۔ ۱۰ ستمبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سابق کوتوال شہر سید نور حسین شاہ کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹی کے عہدے سے انسپکٹر کر دیا گیا ہے۔

شملہ ۱۱ ستمبر۔ حاجیوں کی تکالیف کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے کمیٹی کے تقرر کی جو قرارداد اسمبلی میں حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون نے پیش کی تھی۔ وہ اتفاق رائے سے منظور ہو گئی

شملہ۔ ۱۱ ستمبر۔ مسٹر غزنوی نے ایک قرارداد بدیں مضمون پیش کی۔ کہ ہائی کورٹوں کے ججوں کے شرح مشاہرہ میں اضافہ کیا جائے۔ کیونکہ موجودہ شرح گذشتہ ساٹھ سال سے غیر متبدل چلی آتی ہے۔ سر جیمز سیمن نے اس قرارداد کی تائید کی لیکن دیگر مقررین جن میں سر ہری سنگھ گور مسٹر سری نواس آئنگر۔ اور منشی ایشور شرن بھی شامل تھے۔ اس کی مخالفت کی۔ حکومت کے عہدہ دار اس معاملہ میں غیر جانبدار رہے۔ قرارداد ۲۲ آراء کی موافقت اور ۴۷ کی مخالفت سے گر گئی۔

دہلی۔ ۹ ستمبر۔ عظیم اللہ ساکن احاطہ حجن فراشخانہ کے ہاں دو لڑکے جڑواں پیدا ہوئے۔ ایک بچہ کی شکل بندر اور دوسرے بچہ کی شکل بھینسے سے مشابہ تھی۔

شملہ۔ ۱۰ ستمبر۔ مسٹر ایم۔ سی۔ راجہ ایم۔ ایل۔ اے نمائندہ پست اقوام نے پریس کو ایک بیان دیا ہے جس میں نہرو کمیٹی کی رپورٹ کے تسلیم کرنے سے اپنی مجبوری ظاہر کی ہے۔ مسٹر راجہ حق انتخاب بالغان اور جداگانہ انتخابات کے حامی ہیں۔

دہلی۔ ۱۱ ستمبر۔ کل پنڈت دیو دیال صاحب ڈسٹرکٹ وسشن جج کے روبرو اڈیٹر اخبار زلزلہ کی اپیل پیش ہوئی۔ لالہ کشن سہائے صاحب نے ایڈیٹر اخبار زلزلہ کی طرف سے بحث کی ابھی بحث باقی ہے۔

لاہور۔ ۱۱ ستمبر۔ آج اخبار زمیندار و مسلم اوٹ لک کے خلاف مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ جو کہ اخبارات مذکور کے خلاف لالہ منشی لال سب انسپکٹر پولیس تھانہ سکھے کی ضلع گوجرانوالہ نے دائر کیا تھا۔ عدالت نے ہر دو اخبارات کے خلاف پندرہ پندرہ سو روپیہ کی ڈگری صادر کی اور خرچہ مقدمہ بھی اخبارات کے ذمہ ڈالا۔

شملہ ۱۱ ستمبر۔ آج اسمبلی کے اجلاس میں ۱½ گھنٹہ کی کارروائی کے بعد جس وقت آنریبل مسٹر پٹیل صدر اسمبلی کسی کام کے لئے باہر گئے۔ تو ان کی جگہ لالہ لاجپت رائے صاحب نے صدارت کے فرائض سرانجام دیے۔

نواب سکندر حیات خاں صاحب ریاست بہاولپور سے علیحدہ ہو کر شملہ وائسرائے کے پاس پہونچے۔ آپ نے ایک مفصل بیان لکھکر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وائسرائے کے حکم سے آپ پھر دوبارہ بہاولپور کے وزیر اعظم مقرر کر دئے گئے

شملہ۔ ۱۰ ستمبر۔ آج اسمبلی میں سر جارج رینی نے مسٹر ہربلاس سارداکو جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ مصنوعی گھی کو ایک خاص رنگ دینے کی تجویز کی جائے تاکہ وہ اصلی گھی سے پہچانا جا سکے۔ یہ تجویز حکومت پنجاب نے پیش کی تھی۔ اور اب دیگر صوبجات کی حکومتوں کے پاس ان کی رائے معلوم کرنے کیلئے بھیج دی گئی ہے۔

غیر ممالک کی خبریں

لندن۔ ۸ ستمبر۔ کپتان سی ڈی برنرڈ اور افسر پرواز انہلاٹ آج شام کو ہوائی جہاز میں کراچی سے کرائیڈن پہونچے۔ انہوں نے پانچ ہزار میل کا سفر ۴½ گھنٹہ میں طے کیا ہے۔ جو ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

لندن۔ ۷ ستمبر۔ مسٹر جے۔ ایچ رابرٹسن انجینئر نے گیئر کے بغیر ایک ایسی موٹر کار ایجاد کی ہے جس سے موٹر کار کا چلانا ایسا آسان ہو جائیگا۔ کہ ایک بچہ بھی آسانی سے چلا سکے گا۔ صرف ہینڈل پر ہاتھ رکھنے اور بریک سے کام لینے کی ضرورت رہ جائیگی۔ اور ڈرائیونگ کا کام سیکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

لندن۔ ۹ ستمبر۔ کچھ عرصہ سے لندن اور اس کے مضافات میں آتشزدگی کی مسلسل وارداتیں ہو رہی ہیں۔ کنگسٹن آن ٹیمز میں صرف ایک ہفتہ کے اندر اندر دو ہولناک آتشزدگیاں ہوئیں۔ اتوار کو دو اور آتشزدگیاں دارالحکومت کے عین قلب میں ہوئیں۔ ایک آتشزدگی اس سرنگ میں ہوئی جو چیرنگ کراس اور بلیک فریرز کے درمیان واقع ہے۔ آتش زدگی کی ابتدا بجلی کے تار ٹوٹنے سے ہوئی۔ نصف شب کے قریب آگ نے پانچ پانچ منزل کے مکانوں کے چھ بلاک کو گھیرا ہوا تھا۔ دو ہزار خاندانوں کے افراد اس عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے متواتر امن کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے تھے۔ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے شعلوں کے جہنم نے ۱½ ایکڑ کے رقبہ کو حلقے میں لیا ہوا تھا۔ پولیس رسالے اور دیگر اشخاص بالمنادی میں مصروف جدوجہد تھے۔ معمر عورتیں بچے خوف و ہراس سے سہمے ہوئے ریلوے کے محرابوں میں چھپ رہے تھے۔ لندن کے ہر ایک حصہ سے فائر بریگیڈ طلب کر لئے گئے تھے۔ جو آگ کو قابو میں لانے سے پیشتر دو گھنٹہ تک مصروف جدوجہد رہے۔ کوئی نقصان جان نہیں ہوا۔

سڈنی۔ ۷ ستمبر۔ لوہا گلانے کی ایک بھٹی جس میں ۸۰۰ ٹن مال آتا تھا۔ یکایک پھٹی۔ جس کے پھٹنے کا دھماکا میل بھر تک سنا گیا۔ آہن گداختہ کا ایک مواج دریا بہ نکلا۔ اٹھارہ کاریگر جلکر خاک کا ڈھیر ہو گئے۔ ایک فٹ موٹی تہ جمی ہوئی رہ گئی۔

فری پریس لندن کا ایک خاص تار مظہر ہے۔ کہ لارڈ برکن ہیڈ وزیر ہند نے سر آسٹن چیمبرلین کی جگہ وزیر خارجہ کا کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ ساتھ ہی اپنا کام بھی کریں گے۔ یقین اغلب ہے کہ آپ نومبر میں سیاسیات سے علیحدہ ہو جائیں گے۔

نیویارک۔ ۱۰ ستمبر۔ ایک چھوٹے ہوائی جہاز کو لاس اینجلس کے قریب ایک جنگل میں اترنا پڑا۔ ہوا باز نے قبل اس کے کہ بحری خواص کے آدمی اس کی حفاظت کیلئے وہاں آئے۔ ۲۸۰ پونڈ سے زیادہ قیمتی کا سونا [illegible]

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا

اخبار احمدیہ

تبلیغی دورہ

اضلاع ملتان۔ مظفرگڈھ۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان کے احباب اور جماعتوں کو مندرجہ ذیل تاریخیں نوٹ کر لینی چاہئیں۔ کیونکہ میں ان تاریخوں کے لحاظ سے ان اضلاع کا دورہ کرونگا۔

ملتان۔ تا ۱۳۔ ستمبر ۱۹۲۸ء

ضلع مظفرگڈھ ۱۳۔ ستمبر ۱۹۲۸ء تا ۲۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء

تحصیل خانیوال و کبیر والہ۔ ۲۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء تا ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء تا ۲۔ نومبر ۱۹۲۸ء

ضلع ڈیرہ غازیخان۔ ۲۔ نومبر ۱۹۲۸ء تا ۲۶۔ نومبر ۱۹۲۸ء

تحصیل شجاع آباد لودھراں میلسی } ۲۶۔ نومبر ۱۹۲۸ء تا ۷۔ دسمبر ۱۹۲۸ء

ملتان شہر تحصیل ۔ ۷۔ دسمبر ۱۹۲۸ء

جن جن اضلاع کی انجمنوں کا نمبر اور تاریخ آتی جائے۔ وہ اس امر کی کوشش کریں۔ کہ تھوڑے وقت میں بہت سا کام ہو سکے ہر ایک جماعت میں جانے سے پیشتر بذریعہ خط مطلع کر دیا جایا کریگا۔

نیز جس جگہ کسی خاص امر کا خیال رکھنا ضروری ہو۔ وہ جماعتیں قبل از وقت مجھکو اطلاع کر دیں۔ مشکور ہونگا۔

شیخ محمود احمد مصری۔ معرفت مولوی عنایت اللہ صاحب مولوی فاضل فرید آباد۔ ملتان شہر

تازہ اعزاز

خاکسار کو بموجب یو۔ پی گزٹ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۲۸ء ہزایکسی لنسی گورنر صاحب بالقابہ نے اپنا آنریری ایڈی کانگ و اے۔ ڈی۔ سی، پرسنل اسٹانٹ کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ جملہ بزرگان کی خدمت میں التجا ہے۔ کہ خاکسار کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ کہ پروردگار مجھے اس عہدہ پر کامیابی عطا فرمائے۔ اور خیر و برکت کا موجب ہو یہ سب ترقیات اللہ تعالےٰ کے فضلوں اور حضور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ اسی طرح میرے لئے روحانی مدارج بھی عطا فرمائے۔ آمین

دعاؤں کا محتاج محمد ایوب خان بہادر لفٹنٹ آنریری اے۔ ڈی۔ سی ٹو دی۔ گورنر۔ یوپی۔ مراد آباد۔ دلشاد منزل

ضروری اعلان

سیالکوٹ میں جو سیکرٹری اشاعت اسلام لاہور ہے۔ اس نے اب اپنے آپ کو سیکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ چونکہ خطوط میں ڈاک خانہ میں شبہ واقعہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک خط و کتابت سیکرٹری و غیرہ کے متعلق جو ہوا کرے۔ اس میں جامع مسجد احمدیہ (کبوتراں والی) تحریر کر دیا جائے۔ ورنہ ہمیں نقصان کا اندیشہ ہے۔

عبداللہ۔ جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ شہر سیالکوٹ مسجد کبوتراں والی

تلاش

چوہدری نذیر احمد صاحب احمدی سٹروعہ والا کی زمین پر اس کے شرکائنے بباعث اس کے لاپتہ ہونے کے قبضہ کر لیا ہے۔ جس سے اس کی جائداد خطرہ میں ہے جس دوست کو اس کا پتہ ہو۔ فوراً الفضل میں اطلاع دیں۔ اور جلد اُسے بھیجدیں۔

خاکسار نور احمد خاں محرر لنگر خانہ قادیان

تبلیغی ٹریکٹ

انجمن احمدیہ شملہ نے ایک ٹریکٹ بنام "رد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کی تبدیلی عقیدہ" چھپوایا ہے۔ اگر اور انجمنیں اسے خریدنا چاہیں۔ تو ۱۲ر فی سینکڑہ کے حساب سے خرید سکتی ہیں۔

خاکسار جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ شملہ

تلاش نسخہ

اگر کسی حکیم دوست کو خنازیر کا مجرب نسخہ معلوم ہو۔ تو مہربانی فرما کر بذریعہ اخبار اطلاع بخشے۔

خاکسار اصغر خاں احمدی۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ میری اہلیہ عرصہ سے بعارضہ بخار بیمار ہے۔ احباب اس کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔

نیز میری وجہ سے میرے والد صاحب پر جو کہ غیر احمدی ہیں مخالفین نے ایک جھوٹا دیوانی دعوےٰ دائر کیا ہوا ہے۔ اس سے مخلصی کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

خادم محمد نواز احمدی انسپکٹر ٹنک ہائے چکوال۔

۲۔ میری ہمشیرہ عرصہ دو ماہ سے بعارضہ بخار بیمار ہے۔ احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار محمود احمد۔ احمدی۔ دہلی۔

۳۔ حکیم سلطان احمد صاحب چند روز سے ایک مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

خاکسار محمد لطیف خاں۔ امرتسر

۴۔ ابی المکرم میاں نذیر احمد صاحب گرداور قانونگوئی گجرات گردن پر کاربنکل ہو جانے کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہیں۔ مؤدبانہ گذارش ہے۔ کہ درد دل سے ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار۔ عبدالمجید طالب جہلمی

۵۔ خاکسار ٹل سے بیمار ہو کر گھر آیا تھا۔ اور آج کل میرے تمام عیال و اطفال بیمار ہیں۔ احباب سب کی صحت کے لئے دعا کریں

خاکسار عبدالکریم۔ احمدی۔ درگانوالی۔

۶۔ میں دو ہفتہ سے بیمار ہوں۔ میری صحت کے لئے دوست دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

خاکسار شیخ مشتاق احمد۔ جالندھری مہتمم احمدیہ دواگھر قادیان

۷۔ قاضی فضل کریم صاحب بھیروی۔ حال دہلی بیمار ہیں۔ احباب اُن کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار سید محمود احمد۔ احمدی۔ دہلی

۸۔ میں ۲۵ اگست لاہور میں سیلیکشن کے لئے پیش ہوا تھا۔ خدا کے فضل سے میری ترقی کی بہت امید ہے۔ احباب خاص طور پر دعا فرمائیں۔

غلام محمد۔ اختر۔ پشاور صدر

اعلان نکاح

۱۔ ۱۰ اگست ۱۹۲۸ء کو مسماۃ حمیدہ خانون بنت منشی منیر خاں صاحب۔ چھپ وُنی فیروزپور کا نکاح بابو قمر الدین صاحب ولد عبدالغفور صاحب ساکن جلال پور جٹاں۔ گجرات (حال ملازم ملاکنڈ) سے بعوض دو ہزار روپے مہر کے خاکسار نے پڑھا۔

خاکسار علی محمد۔ جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ فیروزپور حال وارد قادیان

۲۔ ۸ ستمبر ۱۹۲۸ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مولوی حفیظ الرحمٰن متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان بن مولوی عبدالحکیم صاحب فاروقی۔ سکنہ ستور ریاست پٹیالہ کا نکاح ایک ہزار روپیہ حق مہر پر حمیدہ بیگم بنت مولوی قدرت اللہ صاحب ستوری کے ساتھ پڑھا۔ احباب دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ بابرکت فرمائے۔ آمین۔

شاہ محمد۔ قادیان

۳۔ خوشی محمد ولد عمر بخش سکنہ گوڑہ ضلع جالندھر کا نکاح حکیم نادر حسین صاحب موضع کنگنہ ضلع ہوشیارپور کی ہمشیرہ کے ساتھ ۳۰۰ روپیہ مہر پر سید محمد علی شاہ صاحب انسپکٹر انجمن ہائے احمدیہ نے پڑھا۔

حافظ محمد عبداللہ سکرٹری نکودر ضلع جالندھر

دعائے مغفرت

۱۔ مسماۃ بھاگ بھری زوجہ محمد بخش صاحب نے ۲۸ اگست کو وفات پائی۔ مرحومہ نیک اور سلسلہ کی خادم تھی۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے

محمد الدین۔ ادرحمہ ضلع سرگودہ

۲۔ مسماۃ صاحبو موصیہ نمبر ۶۶۴ زوجہ میاں سندھی شاہ صاحب موصی سکنہ ننگہ ضلع جالندھر ۱۱ ستمبر ۱۹۲۸ء کو قضا الٰہی سے فوت ہو گئی ہے۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

خاکسار رحمت اللہ۔ احمدی۔ ننگہ

تیرِ صداقت

میر مدثر شاہ صاحب غیر مبایع نے ایک ٹریکٹ "تناقضات مابین اقوال حضرت صاحب و میاں صاحب" کے موضوع پر لکھا تھا۔ اس کے جواب میں ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی نے مذکورۃ الصدر نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں مستند حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال میں کوئی تناقض نہیں۔ قیمت ار ہے۔ جن دوستوں کو ضرورت ہو۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن گجرات (پنجاب) سے منگوالیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء عیسوی | جلد ۱۶

لکھنؤ میں مسلمانوں کی تباہی کا فیصلہ

آل پارٹیز کانفرنس لکھنؤ کے متعلق ہمارا اور دوسرے دردمند مسلمانوں کا ہی یہ خیال نہیں۔ کہ نہرو رپورٹ کے حامیوں نے مختلف طبقوں کے اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کرکے رپورٹ پاس کرالی۔ بلکہ مشہور مہاسبھائی بھائی پرمانند صاحب کا بھی یہی بیان ہے۔ چنانچہ ۷ ستمبر کے ملاپ میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں لکھتے ہیں:۔

"اس کانفرنس کا نام آل پارٹیز میں گمراہ کن سمجھتا ہوں۔ حقیقت میں یہ کانفرنس ایک ہی قسم کے خیال اور ذہنیت رکھنے والے لوگوں کی تھی دوسرے قسم کا خیال رکھنے والے انسان کے لئے وہاں جاکر کچھ کہنا ایسا ہی بے سود سمجھتا تھا۔ جیسا کہ سناتن دھرمیوں کی کانفرنس میں کوئی آریہ سماجی جاکر اپنا پہلو پیش کرنے کی کوشش کرے"۔

یہ اس شخص کی رائے ہے۔ جس کی قوم کے تمام بڑے بڑے لیڈر پنڈت مدن موہن صاحب مالویہ۔ لالہ لاجپت رائے صاحب۔ پنڈت موتی لال جی نہرو وغیرہ اس کانفرنس کے کرتا دھرتا تھے۔ ایسی حالت میں بیچارے مسلمانوں کو جس طرح کند چھری سے ذبح کیا گیا ہے۔ وہ نہایت ہی عبرت ناک ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے کانگریسی اور سب سے بڑے سوراج کے حامی مولانا شوکت علی صاحب بھی چیخ اٹھے۔ اور بادل نخواستہ انہیں لکھنا پڑا۔ کہ

"جو برتاؤ مسلمان جماعتوں اور مسلمان مقرروں کے ساتھ لکھنؤ کی آل پارٹیز کانفرنس میں کیا گیا۔ اور جس طرح ایک آراستہ اسٹیج پر ایک تماشا تیار کیا ہوا پیش کیا گیا۔ اس کی مثال یہی تھی۔ جو میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے اس وقت دیکھی تھی۔ جبکہ میں انگریز کا ملازم تھا۔ اور میں چالیس رام پور کے گرے ہاؤنڈ شکار کے لئے رکھتا تھا۔ اور جو برتاؤ وہ گرے ہاؤنڈ ایک لومڑی یا گیدڑ کے ساتھ کرتے تھے۔ وہی سماں مسلمان مقرروں اور مسلمان تجویزوں کے ساتھ آل پارٹیز کانفرنس کے اجلاس میں نظر آیا۔ خاص کر آخری اجلاس میں کسی مسلمان ذمہ وار راہنما کی کوئی ترمیم پیش ہوتی تھی۔ تو اس پر چاروں طرف سے اعتراضوں کی بھرمار شروع ہوجاتی تھی۔ یہ مجھے دلی رنج کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس شکار کرنے میں بعض نادان مسلمان بھی شریک تھے"!

(انقلاب ۵ ستمبر)

ان سطور کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے۔ کہ آل پارٹیز کانفرنس میں ان مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں۔ جو سرے سے ہی نہرو کمیٹی کی رپورٹ کو مسلمانوں کے مفاد کے بالکل خلاف سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان مسلمان لیڈروں کے ساتھ بھی جنہوں نے ہندوؤں کے خوش کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ جو اسی غرض سے بارہا مسلمانوں کو دھتا بتا چکے ہیں۔ جو اپنی ملک پرستی اور آزاد خیالی کے دعاوی کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو قصوروار ٹھیراتے ٹھیراتے حد کو پہنچ چکے ہیں پھر ان میں سے بھی مولانا شوکت علی صاحب جیسے فرد پر اس کانفرنس کے جبر و استبداد کا یہ اثر ہوا ہے۔ کہ وہ بھی مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی پر رو دئے۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ

"آزادی اور اتحاد کا وہ دل بڑھانے والا تخیل جو ہمارے دلوں کو تقویت دیتا تھا۔ لکھنؤ آل پارٹیز کانفرنس کے اجلاسوں کے بعد تقریباً موہوم ہوگیا"!

یہ اس شخص کا بیان ہے۔ جس نے انگریزی حکومت سے آزادی اور ہندوؤں سے اتحاد کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ جس نے اس کی خاطر کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیلیں۔ جس نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اس کام کے لئے صرف کردیا۔ اگر ایسا شخص بھی نہرو کمیٹی کی رپورٹ اور آل پارٹیز کانفرنس کی کارروائی کو اس درجہ مسلم کش سمجھنے اور نہ صرف سمجھنے بلکہ اس کا اعلان کرنے پر مجبور ہوگیا ہے۔ تو وہ لوگ جو ہمیشہ سے ہی ہندو لیڈروں کی کارستانیوں سے نالاں ہیں۔ اور جنہوں نے کبھی ان کی آزادی اور اتحاد کے دعاوی کو مبنی بر اخلاص نہیں سمجھا۔ ان کا تو فرض ہے۔ کہ پورے زور کے ساتھ مسلمانوں کو تباہی اور ہلاکت کے اس پھندے سے بچانے کی کوشش کریں۔ جو ان کے لئے تیار کیا گیا۔ اور جس کے تیار کرتے میں بدقسمتی سے بعض مسلمانوں کو بھی کسی نہ کسی طرح شریک کرلیا گیا ہے۔

نہرو کمیٹی کی سکیم جس کی تصدیق آل پارٹیز کانفرنس میں کرنے کا تماشا دکھایا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کی ایک ہی بات جو مسلمانوں کی مکمل تباہی کے لئے کافی ہے۔ مشترکہ انتخاب اور نشستوں کی تخصیص نہ کرنا ہے۔ اس کے نقصانات نہایت شرح وبسط کے ساتھ اسلامی مفاد کا حقیقی درد رکھنے والے مسلم اخبارات اور مسلمان لیڈروں نے متعدد مرتبہ پیش کردئے ہیں اور اس قدر ان کی وضاحت ہوچکی ہے۔ کہ بعض متعصب سے متعصب ہندو لیڈر بھی ان کی حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ چنانچہ بھائی پرمانند جی کو بھی لکھنا پڑا ہے۔

"اگر ہم ایک بار یہ فرض کرلیں۔ کہ مسلمان بہ حیثیت ایک جدا قوم کے اس ملک میں زندہ رہنا چاہتے اور ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ ملک کے اندر اقلیت میں ہوتے ہوئے وہ مشترکہ طریق انتخاب کو کیوں منظور کریں۔ میں صاف دیکھتا ہوں۔ کہ مشترکہ طریق انتخاب اقلیت کے لئے تباہی کا موجب ہوگا"!

(ملاپ ۷ ستمبر)

اس میں کسے کلام ہے۔ کہ مسلمان ہندوستان میں نہایت قلیل اقلیت میں ہیں۔ اور ان کے لئے مشترکہ طریق انتخاب پیغام موت سے کم نہیں ہے۔ لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ یہ بات جو بھائی پرمانند جی جیسے مسلمانوں کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکنے والے ہندو لیڈر بھی ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ وہ بعض ان مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے سب سے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد قرار دیتے ہیں۔ اس کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ کہ ان کی سمجھ پر کسی اور چیز کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور انہوں نے ہندو لیڈروں کے ساتھ مل کر طے کرلیا ہے کہ مسلمانوں کو "بحیثیت ایک جدا قوم" ہندوستان میں زندہ نہ رہنے دیا جائے۔ لیکن کیا مسلمانوں کو یہ گوارا ہے۔ اور وہ اس بات کے لئے تیار ہیں۔ کہ ہندوستان سے ان کا نام و نشان مٹ جائے اور وہ ادنے اور رذیل اقوام میں بقدر سات کروڑ اضافہ کا موجب بن جائیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پورے زور کے ساتھ انہیں نہرو سکیم سے اپنی بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے۔ اور گورنمنٹ سے مطالبہ کرنا چاہیئے۔ کہ اصلاحات کے موقعہ پر قطعاً جداگانہ انتخاب کو مخلوط انتخاب سے تبدیل نہ کرے۔

زمینداروں کی تعلیم

پچھلے دنوں شملہ میں جو زراعتی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور جس میں گورنر صاحب پنجاب نے لارڈ لنلتھگو کی زراعتی رپورٹ پر رائے زنی کرتے ہوئے فرمایا "یہ ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اور اس میں جو تجاویز تجویز کی گئی ہیں۔ ان پر اگر عمل کیا جائے (جیسا کہ مجھے امید ہے۔ کیا جائے گا) تو بہت جلد زمینداروں کی اقتصادی حالت بہتر ہو سکتی ہے"۔

اس میں اس امر پر خاص زور دیا گیا ہے۔ کہ

"جب تک زمینداروں کو باقاعدہ تعلیم نہیں دی جائے گی۔ تب تک کسی قسم کی بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی"!

(تیج دہلی ۵ ستمبر ۲۸ء)

پنجاب کے زمینداروں میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ حکومت پنجاب نے اس امر کو نہائت ہی ضروری اور اہم سمجھنے اور تسلیم کرنے کے باوجود نظام تعلیم ایسے لوگوں کے سپرد کر رکھا ہے جنھیں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اور نہ انھیں اپنے مفاد کے لحاظ سے دلچسپی ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی قوم کے لئے ہی ترقی کرنے کے مواقع بہم پہونچاتے ہیں۔ چنانچہ ذیل کے اعداد و شمار ہمارے اس بیان پر شاہد ناطق ہیں:۔

سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء سے سنہ ۲۸-۱۹۲۷ء تک صوبہ پنجاب میں اسلامیہ سکولوں کی تعداد ۴۳ سے ۵۱ ہوئی۔ جن میں سے چار صرف بورڈنگ ہوس ہیں یعنی صوبہ بھر میں پورے پانچ سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے سکولوں میں صرف پانچ کا اضافہ ہوا۔ لیکن اس کے برعکس ہندو سکولوں کی تعداد ۱۰۸ سے ۱۴۴ تک پہونچ گئی۔ یعنی ان میں ۳۶ کا اضافہ ہوا ہے۔ پھر اور سنئے:۔

اس دوران میں مسلمانوں کے سکولوں کو زر امداد کی کل رقم جو دی گئی۔ وہ ۲۰۴۳۲۰ ہے۔ جبکہ ہندوؤں کے سکولوں کو ۸۰۸۲۴ روپے بطور امداد دیئے گئے÷

اسے مسلمانوں کی بدقسمتی کہہ لو۔ یا تعلیمی محکمہ کی بے توجہی۔ کہ صوبہ میں اکثریت رکھنے کے باوجود مسلمانوں کو اتنی قلیل امداد مل رہی ہے÷

ہمیں امید رکھنی چاہئے۔ کہ حکومت پنجاب زراعتی رپورٹ کی اس تجویز پر جس کے متعلق گورنر صاحب پنجاب نے اعلان بھی کیا ہے۔ کہ اس پر عمل کیا جائیگا۔ جلد از جلد عمل پیرا ہو کر اس کمی کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ مسلمانوں کو سائمن کمیشن کی تعلیمی کمیٹی کے روبرو ان تمام واقعات کو قابل ترین نمائندوں کے ذریعہ پیش کر کے ان کے ازالہ کا مطالبہ کرنا چاہئے÷

اسلامی اور غیر اسلامی حکومتیں میں تفاوت

افغانستان ایک آزاد اور خود مختار اسلامی سلطنت ہے۔ اور وہاں کے لوگ عام طور پر سخت متعصب خیال کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس سلطنت میں جو غیر مسلموں کے ساتھ جن کی تعداد اس ملک میں نہائت ہی قلیل ہے جو احسن سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے۔ کہ شاہ افغانستان نے حال ہی میں ملک کے اندر بغیر لائسنس کسی قسم کا ہتھیار رکھنے کی جب ممانعت کی۔ تو سکھوں کی کرپان کو اس بنا پر کہ وہ اسے اپنا ایک مذہبی نشان قرار دیتے ہیں۔ ایکٹ اسلحہ سے مستثنےٰ قرار دیکر سکھوں کو اس کے رکھنے کی عام اجازت عطا فرمائی۔ اور اسی طرح جب ایک خاص قسم کی ٹوپی درباری لباس کا جزو قرار پائی۔ تو سکھوں کو اس کے استعمال کی پابندی سے بھی آزاد کر دیا۔ کیونکہ ان کا دعوےٰ ہے۔ کہ ان کے ہاں ٹوپی پہننے کی اجازت نہیں ہے÷

اس کے مقابلہ میں ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی جو ابتر حالت ہے۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے نیپال کو دیکھ لیجئے جو ایک ہندو مملکت ہے۔ اگرچہ آزاد کہلاتی ہے۔ لیکن بلحاظ شان و شوکت اور بلحاظ وسعت افغانستان سے اسے کوئی نسبت ہی نہیں لیکن وہاں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ اور جو سختی کی جاتی ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی ہندو خود مسلمان کا پانی پی لے۔ تو اس حالت میں بھی سزا مسلمان کو ہی دی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی ہندو کسی مسلمان سے بکرے کا گوشت خرید لے۔ تو اس صورت میں بھی مسلمان کو ہی سزا کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ اور کئی اسی طرح کے سخت قوانین ہیں۔ یعنی خاص مراعات اور مذہبی حقوق کا عطا کرنا تو درکنار۔ ایسے امور میں بھی مسلمانوں کو ہی سزا دیجاتی ہے۔ جو خود ہندو اپنی رضا و رغبت سے کریں

اس تفاوت سے ہندو اور مسلم حکومت کا بین فرق بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے÷

نئے بہ نئے عذاب الٰہی

یوں تو ایک مدت سے تمام دنیا کو طرح طرح کے عذابوں نے مبتلائے ہلاکت کر رکھا ہے۔ لیکن تھوڑے عرصہ سے ہندوستان کے مختلف حصص پر جو جو عذاب الٰہی اور آفات سماوی نازل ہو رہی ہیں۔ انھیں کوئی حقیقت بین آنکھ ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتی۔ بنگال میں قحط سے ہزاروں لاکھوں اشخاص برباد ہوئے۔ سرحد میں گلیشیر کے خطرہ نے مدتوں لوگوں کو ہر قسم کے آرام و چین سے محروم رکھا۔ انھیں گھر بار چھوڑنے میں بہت سی پریشانی اور مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر تمام ہندوستان میں امساک باراں سے ہری بھری اور لہلہاتی کھیتیاں مرجھا کر رہ گئیں۔ اور بالآخر اب بارش سے وہ ہولناک طوفان آئے ہیں۔ کہ سینکڑوں جانوں کے ضائع ہونے کے علاوہ ہزاروں غریب اپنے گھر بار سے محروم ہو گئے۔ ان کی زندگی کا سہارا یعنی ان کے مال و مویشی غرقاب ہو گئے۔ اور وہ فصلیں جو خشک سالی سے تباہ ہونے سے بچ رہی تھیں۔ اور جن کے ساتھ غریب زمینداروں کی تمام امیدیں اور آرزوئیں وابستہ تھیں۔ نذر سیلاب ہو گئیں÷

قابل غور امر یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جس کے اپنے بندوں پر غائت درجہ رحیم و شفیق ہونے پر جملہ مذاہب متفق ہیں۔ کیوں اس قدر عذاب نازل کر رہا۔ اور لوگوں کو کس لئے طرح طرح کے ابتلاؤں سے گزار رہا ہے÷

اس سوال کا جواب اگر غیر مذاہب والے نہ دے سکیں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن مسلمان جنھیں خدا تعالےٰ نے ایسی مکمل کتاب عطا فرمائی ہے۔ جس میں ان کی تمام مشکلات کا حل ہے۔ اور جو ہر مصیبت اور پریشانی کے وقت ان کی راہ نمائی کی استعداد رکھتی ہے۔ وہ اسے کھول کر اس میں ما کان معذبین حتیٰ نبعث رسولاً پڑھ سکتے اور تمام دنیا کو اس سے آگاہ کر کے اسے تمام مصائب سے نجات دلانے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ کاش مسلمان اس طرف متوجہ ہوں÷

غیر معمولی ترقی

ہندوستان میں اول تو تعلیم کی بہت کمی ہے۔ پھر جو لوگ تھوڑی بہت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کا منتہا اور مقصد ملازمت سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ہزار دشواریوں اور در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد چھوٹی موٹی نوکری مل جائے تو اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ لیتے ہیں۔ اور آئندہ ترقی کرنے کے تمام خیالات سے اپنے دل و دماغ کو خالی کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں عام طور پر کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے ادنےٰ حالت سے غیر معمولی ترقی کی ہو÷

یوروپین ممالک میں جہاں تعلیم عام اور سہل الحصول ہونے کے علاوہ ایسے مفید پیرایہ اور عمدہ طرز میں دی جاتی ہے۔ کہ لوگ دنیوی ترقی میں اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہاں کے باشندے بھی کسی پیشہ کو ذلیل نہیں سمجھتے۔ اور وقت پڑنے پر بسر اوقات کے لئے کوئی معمولی کام اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ترقی کے لئے ایک وسیع میدان اپنے پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان ممالک میں سینکڑوں ہزاروں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ معمولی حالتوں سے ترقی کر کے وہ لوگ، نہائت بلند مراتب پر پہونچ گئے۔ حال میں امریکہ سے آمدہ ایک خبر مظہر ہے کہ ایک شخص مسٹر آل سمتھ جو کسی زمانے میں بازاروں میں اخبار بیچا کرتا تھا۔ اب امریکہ کی صدارت کا امیدوار ہے۔ مسلم نوجوانوں کو اس سے خاص طور پر سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اور اپنے پیش نظر ہمیشہ ایک وسیع میدان رکھ کر اس کے لئے عملی طور پر جد وجہد کرنی چاہیئے÷

ہندوؤں کے ایک طبقہ کی تنگدلی

چونکہ دنیا کی مختلف اقوام میں رابطہ اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کی استواری کے لئے یہ امر نہائت ضروری ہے۔ کہ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی واجب اور مناسب عزت کی جائے۔ اس لئے اسلام نے جو دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس بات کو ہر مسلم کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ کہ جملہ ہادیان مذاہب کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اور یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ مسلمان کبھی کسی مسلّمہ روحانی رہنما کی تحقیر کے مرتکب نہیں ہوئے÷

لیکن ہندوستان کی بدقسمتی ہے۔ کہ اہل ہنود کا فتنہ پرداز طبقہ اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ اور اب تو حالت یہاں تک پہونچ چکی ہے۔ کہ اگر کوئی شریف ہندو بانیٔ اسلام کی تعریف کردے تو یہ لوگ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

چودہری دلورام کوثری ایک شاعر ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بے شمار احسانات سے متاثر ہو کر جو حضور نے اہل عالم پر کئے ہیں۔ حضور کی شان میں نعتیہ اشعار کہتے رہتے ہیں۔ لیکن ہندو قوم کو یہ گوارا نہیں۔ کہ کوئی ہندو ہوتے ہوئے آپ کی ذات پر ناواجب اور گندے اعتراضات کرنے کی بجائے آپ کی تعریف کرے۔ اس لئے ہندو پریس آج کل انہیں کو خوب کوس رہا ہے۔ اخبار پارس نے کچھ دن ہوئے آپ کے خلاف ایک نوٹ لکھا تھا۔ اور اب گورو گھنٹال نے اپنے مخصوص انداز تحریر میں "دلورام کوثری کا دلوپن" کے تہذیب سوز عنوان سے آپ کے خلاف خامہ فرسائی کی ہے۔

ہم ان معاصرین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے اس رویہ کو چھوڑ کر اپنی قوم میں ایسے شریف لوگ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی طرح عزت کرنے والے ہوں۔ جس طرح مسلمان ان کے بزرگوں کی کرنے والے ہیں۔

ویدک دھرم میں دشمن سے سلوک

آریہ سماجی ہمیشہ ایہہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ اسلام تنگدلی تعصب اور دشمن سے بدسلوکی سکھاتا ہے۔ اور ویدک دھرم رواداری اور مخالف سے حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن ان کے اس دعویٰ میں حقیقت کو کہاں تک دخل ہے۔ اس کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ آریہ گزٹ (۲۰ اگست) میں "ویدامرت" کے عنوان سے وید کے ایک منتر کا ترجمہ حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:-

"دشمن اگر کمزور بھی ہو۔ تو اسے زبردست سمجھ کر شیگھر (جلد) ہی کچل دینا چاہیئے"

کمزور دشمن کو جلد ہی کچل دینے کی تعلیم جس مذہب میں پائی جاتی ہو۔ اس کے پیروؤں کا یہ دعویٰ کہ ان کا مذہب مخالف سے حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ کون تسلیم کر سکتا ہے اپنے ہم پلہ دشمن کا مقابلہ کرنا اور اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرنا تو ہر قوم اور ہر شخص کا حق ہے۔ جس پر اسے کوئی منصف مزاج مطعون نہیں کر سکتا۔ لیکن دشمن کے عاجز آجانے اور کمزور ہو جانے کے بعد اسے نہ صرف اور کمزور کرنے بلکہ بالکل کچل ہی دینے کی تعلیم دینا ویدک دھرم ہی کی خاص خوبی ہے۔

اشارات

مسلمانوں کی بے نظمی اور پراگندگی کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں کسی بڑے سے بڑے لیڈر اور راہ نما کی عزت محفوظ نہیں۔ آج جس شخص کو جو لوگ آسمان عزت کا چاند قرار دیتے ہیں۔ کل اسی کو وہی لوگ بدترین ہستی ثابت کرنے میں پورا زور صرف کر دیتے ہیں۔ آج جسے حریت اور آزادی کا مجسمہ بتاتے ہیں۔ کل اسی کو "رجعت پسند" اور "سرکار پرست" کے خطاب عنایت کر دیتے ہیں۔ آج جسے قربانی اور ایثار کا پیکر قرار دیتے ہیں۔ کل اسی کو "نفس پرست" اور "اغراض کا بندہ" بنا دیتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں نہ کسی لیڈر کا وقار باقی ہے۔ اور نہ کسی کو کسی پر کچھ اعتماد ہے۔

نہرو کمیٹی کی رپورٹ اور اس کے متعلق آل پارٹیز کانفرنس لکھنؤ کے فیصلہ نے مسلمان لیڈروں کے لئے ایک تازہ مصیبت پیدا کر دی ہے۔ ہر جگہ کہرام مچا ہوا ہے۔ اور ہر فریق اپنے خلاف رائے رکھنے والے لیڈروں پر برس رہا۔ اور انہیں ذلیل ترین مخلوق ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دھوم دھام سے جلسے منعقد کر کے خاک اڑائی جا رہی اور اخبارات کے صفحوں کے صفحے ایک دوسرے کے خلاف سیاہ کئے جا رہے ہیں۔

ہندوؤں میں بھی اس بارے میں اختلاف ہے۔ اور کئی نہایت مشہور لیڈر نہرو کمیٹی کی رپورٹ کی شد و مد سے مخالفت کر رہے ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ ایک دوسرے کے متعلق مزیل شان کوئی لفظ استعمال کریں۔ اپنے اپنے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ کہ دوسروں کے مقابلہ میں ہندو زیادہ سے زیادہ فوائد کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ اور کس طرح ہر جگہ اپنے غلبہ اور فوقیت کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

ہندوؤں کی ایک ہی غرض ہے۔ اور وہ یہ کہ ہندوستان میں صرف ہندو حکومت کریں۔ باقی سب لوگ ان کے زبردست ہو کر رہیں۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف اگر ہے۔ تو اس مقصد اور مدعا کو حاصل کرنے کے طریق میں ہے۔ ایک فریق یہ کہتا ہے۔ کہ خیر خواہی اور ہمدردی کا چولہ پہن کر میٹھی میٹھی باتوں سے جو کلوروفارم کا سا اثر رکھتی ہو۔ مسلمانوں کو بے حس و حرکت کر کے اپنا کام نکالا جائے۔ لیکن دوسرا فریق کہتا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بے حس و حرکت کرنے کا عمل تو اس پر کیا جائے جس میں ہاتھ پاؤں ہلانے کی سکت ہو۔ جو پہلے ہی دم توڑ رہا ہو۔ اس کے لئے اس اہتمام کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ اس کے متعلق دو ٹوک فیصلہ کر دیا جائے۔

یہ ہے ہندوؤں کے آپس کے اختلاف کی حقیقت۔ اور وہ ہے مسلمانوں کے اختلاف کی نوعیت۔ اب ہر صاحب فراست انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو مسلمانوں کا مستقبل کتنا تاریک ہے۔ اور ان کا انجام کس قدر خطرناک آہ! شامت اعمال نے مسلمانوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اور ان کی حالت کس درجہ عبرت ناک ہو گئی۔ آپس میں جوت پیزار کے سوا انہیں کچھ آتا ہی نہیں۔ اور غیروں کی خوشنودی مزاج کے لئے ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا انہوں نے اپنا سب سے بڑا کمال سمجھ لیا ہے۔

وہ لوگ جنہیں مولانا شوکت علی کے طریق کار سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ وہ ان کے متعلق خواہ کچھ کہیں۔ لیکن جو کل تک ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے جن کی زبانیں ان کی خوبیاں گنا گنا کر خشک ہوتی رہیں جنہوں نے ہر تعریفی کلمہ ان کی طرف منسوب کر دیا۔ آج انہی کی زبان و قلم سے یہ الفاظ نکل کر کہ "مولانا شوکت علی حد درجہ مغلوب الغضب اور لیڈری کے بھوکے ہیں" مولانا کی تحقیر کرنے کی بجائے ان کو اپنا لیڈر کہنے والوں کو نہایت ذلیل اور حقیر قرار دے رہے ہیں۔ بھلا جس قوم کا سب سے بڑا لیڈر ایک نہایت اہم اور ضروری مسئلہ میں صرف اس لئے مخالفت پر آمادہ ہو جائے۔ کہ اسے "صدر کے دائیں کیوں نہیں بٹھایا گیا" اس قوم کو بھی کوئی عزت و توقیر کی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔

مولانا شوکت علی نے لکھا ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے جلسہ میں جو نہرو کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کیلئے منعقد ہوا تھا - مولوی ظفر علی صاحب خواجہ عبدالرحمن صاحب غازی۔ مولوی عبدالقادر صاحب قصوری نے اس رپورٹ کی مخالفت کی تھی۔ اور جمعیۃ خلافت کا آخری فیصلہ یہ تھا کہ پنجاب میں دس برس کیلئے مسلمانوں کی نشستیں آبادی کے لحاظ سے متعین کر دی جائیں"۔ لیکن اب یہی لوگ پنجاب میں واپس آ کر مرکزی خلافت کمیٹی کے اس فیصلہ کے خلاف زور لگا رہے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ اسے اپنی خلافتی خدمات کے ذیل میں شمار کر رہے ہیں۔ اور ان کے متعلق لکھا جا رہا ہے۔ کہ "معزز و محترم کارکنان خلافت کو اس بات کی ضرورت پیش آئی۔ کہ وہ ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے صحیح حالات مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے انہیں ان ارباب اغراض کی چالوں سے آگاہ کریں"۔ سوال صرف یہ ہے کہ کیا مرکزی خلافت کمیٹی میں خود ایک فیصلہ کر کے اس کی مخالفت کرنے والے "معزز و محترم کارکنان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

مولوی محمد علی صاحب کا چیلنج منظور

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۰ اگست ۱۹۲۸ء*

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دو سال کے قریب ہوئے۔ کہ میں ڈلہوزی گیا تھا۔ وہاں مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری اور خاں دلاور خاں صاحب اسسٹنٹ کمشنر کہ وہ بھی سرحد کے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ایک مبایع دوست کے ساتھ جن کا نام قاضی محمد شفیق صاحب ہے اور چارسدہ میں وکالت کرتے ہیں۔ تشریف لائے۔ ان دونوں صاحبان نے اپنی

آمد کا مقصد

یہ بیان کیا۔ کہ وہ چاہتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کے دونوں فریق میں جو کشمکش جاری ہے۔ جس حد تک بھی ہو سکے۔ بند کر دی جائے۔ گو اس وقت یہ دونوں صاحب تشریف لائے۔ لیکن ایک اور تیسرے صاحب جن کا نام سید عبد الجبار شاہ صاحب ہے۔ اور سابق بادشاہ سوات ہیں۔ وہ بھی دو تین بار اس بارے میں قادیان آکر مجھ سے ملے تھے۔ اور پوچھا تھا۔ کہ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ آپس میں اتفاق قائم ہو جائے۔ یہ صاحب اس تحریک میں

سب سے پہلے حصہ لینے والے

ہیں۔ یعنی ان تینوں میں سے پہلے ہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی اور صاحب بھی یہ تحریک کرتے رہے ہوں۔ لیکن ان تینوں میں سے پہلے سید عبد الجبار شاہ صاحب نے تحریک کی۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ سات آٹھ سال سے وہ یہ تحریک کرتے رہے۔ دو دفعہ تو وہ اس غرض کے لئے قادیان آئے۔ اور ایک دفعہ باہر ملے۔ اور گفتگو کی۔ ممکن ہے۔ اس سے زیادہ دفعہ بھی باتیں ہوئی ہوں۔

میں نے سید عبد الجبار شاہ صاحب سے اس بارے میں کہا تھا۔ کہ

صلح کے دو طریق

ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ سارے معاملات میں متحد ہو جانا۔ یہ اتحاد عقائد کے کلی فیصلہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ جب دینی امور میں اختلاف ہو۔ تو بغیر اس کے کہ عقائد میں اتحاد ہو جائے۔ اتحاد کلی نہیں ہو سکتا۔ اس بات کو انہوں نے بھی تسلیم کیا تھا۔

دوسری صورت میں نے یہ بتائی۔ کہ ایک اتحاد جزوی ہوتا ہے۔ اس میں ساری طاقت اور قوت کو ایک جگہ نہیں صرف کیا جاتا۔ فریقین الگ الگ بھی رہتے ہیں۔ اور مشترک مقاصد میں متحد بھی ہو جاتے ہیں۔ مخصوص عقائد کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے۔ لیکن جن امور میں اتحاد ہوتا ہے۔ ان میں مل جاتے ہیں۔ اس کے متعلق میں نے کہا تھا۔ کہ

پہلا کام

یہ ہونا چاہیئے۔ کہ سخت کلامی کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جب یہ چھٹ جائے۔ اور باہم ملنا جلنا شروع ہو جائے۔ تو پھر متحدہ امور میں ملنے کے لئے طبائع راغب ہو سکتی ہیں۔

گو سید عبد الجبار شاہ صاحب کا

جوش طبیعت

اس سے زیادہ چاہتا تھا۔ لیکن مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد وہ آمادہ ہو گئے۔ کہ اس بات کو وہ دوسرے فریق کے سامنے پیش کریں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ دوسری دفعہ کی ملاقات کے نتیجہ میں یہ بات ہوئی۔ شائد ۱۹۲۴ء تھا۔ جب اس غرض کے لئے وہ تشریف لائے۔ یہاں سے جانے کے بعد انہوں نے مجھے خط لکھا۔ کہ میں نے لاہور یہ تحریک کی تھی۔ مولوی محمد علی صاحب تو اس پر راضی نظر آتے تھے۔ لیکن کچھ اور آدمی (جن کے انہوں نے نام لکھے تھے۔ مگر ان کے نام لینے کی میں اس وقت ضرورت نہیں سمجھتا) انہوں نے روک ڈالدی۔ اور بات بیچ ہی میں رہ گئی۔ میں پھر کوشش کروں گا۔

اس کے بعد

۱۹۲۶ء میں

مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری اور خاں صاحب دلاور خاں صاحب اسسٹنٹ کمشنر نوشہرہ دونوں صاحب ڈلہوزی تشریف لائے۔ اور انہوں نے یہ سوال اٹھایا۔ میں نے یہی امور جو پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ان کے سامنے بیان کئے۔ انہوں نے بغیر کسی قسم کے اختلاف کے ان سے اتفاق ظاہر کیا۔ اور مولوی غلام حسن خاں صاحب نے کہا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اب صلح ہو جائیگی۔ غالباً انہوں نے ہی یہ بھی کہا۔ کہ میں مولوی محمد علی صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ اور ان سے بات کر کے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے۔ اور مولوی محمد علی صاحب سے جو ان دنوں ڈلہوزی میں ہی تھے ملے۔ اور پھر آکر کہا۔ میں نے مولوی صاحب سے گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا ہے۔ اس پر میں نے

ایک اعلان

لکھدیا۔ جس میں لکھا۔ چونکہ کسی فریق کے حد سے بڑھ جانے پر بعض دفعہ الزامی جواب کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ اس لئے میں سردست اس اعلان کو تین ماہ کی مدت سے مشروط کرتا ہوں اس تین ماہ کے عرصہ میں تو خواہ کوئی حالات بھی پیش آئیں۔ اور الزامی جواب نہ دینے سے نقصان بھی ہو۔ تب بھی اس اعلان کو قائم رکھا جائیگا۔ لیکن تین ماہ کے بعد یہ دیکھا جائیگا کہ آیا دوسرے فریق نے کوئی اصلاح کی ہے۔ یا نہیں۔ اگر اس کا رویہ درست ہوا۔ یا ایسا اشتعال انگیز نہ ہوا۔ کہ جس کی وجہ سے الزامی جوابات کی ضرورت پیش آئے۔ تو پھر اس اعلان کی مدت کو لمبا کر دیا جائیگا۔ ورنہ دوبارہ اعلان کر کے مجبوری کی وجہ سے اس اعلان کو منسوخ کر دیا جائے گا۔

جس اعلان میں یہ لکھا گیا۔ وہ میں نے مولوی غلام حسن خاں صاحب کو دیا۔ جو اسے مولوی محمد علی صاحب کے پاس لے گئے۔ اور پھر انہوں نے مجھے بتایا۔ کہ اس اعلان کو مولوی صاحب نے پسند کیا ہے۔ اور انہوں نے بھی ایک اعلان لکھا ہے۔ جو پیغام صلح میں شائع کرا دیں گے۔ میں نے اپنا اعلان اور مولوی صاحب کا اعلان بھی "الفضل" میں شائع کرا دئے اس کے بعد ہماری طرف سے قطعی طور پر اخبارات میں کوئی تحریر نہ شائع کی گئی۔

میرا دعویٰ ہے

کہ اس سے پہلے بھی ہمارے اخبارات کی تحریرات میں بہت حد تک یہ سلسلہ بند ہو چکا تھا۔ شروع شروع میں جب زور تھا۔ اور میں تو یہی کہوں گا۔ کہ اس وقت بھی غیر مبایعین کی طرف سے زیادتی کی جاتی تھی۔ اس وقت ادھر سے بھی اسی رنگ میں لکھا گیا۔ لیکن پھر ہمارے اخبارات نے بہت حد تک لکھنا چھوڑ دیا۔ اور اس تحریک کے بعد تو قطعاً چھوڑ دیا۔ اور غالباً دو تین ماہ تک "پیغام صلح" میں بھی کچھ نہ لکھا گیا۔ میرا خیال ہے۔ دسمبر ۱۹۲۶ء تک کچھ نہ لکھا گیا۔ لیکن اس کے بعد ۱۹۲۷ء کے شروع میں اس قسم کے مضامین پہلی سہ ماہی میں نکلے۔ جن میں

معاہدہ کی پابندی

نہ کی گئی تھی۔ دوسری سہ ماہی میں اس سے زیادہ نکلے۔ اور پھر تیسری سہ ماہی میں اس سے بھی زیادہ۔ اور چوتھی میں غالباً اس سے بھی زیادہ۔ مگر میرے حکم کے ماتحت ہماری جماعت میں خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۷ء کے آخر میں کھلم کھلا بعض

---

* یہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ملاحظہ کیلئے حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ چونکہ حضور درس القرآن کی مصروفیت کی وجہ سے عدیم الفرصت تھے۔ اس لئے اب شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

ایسے امور کی اشاعت ان کے بہت سے افراد کی طرف سے ہوتی رہی۔ جو درست تعلقات کے لئے بہت ناقص اور قابل اعتراض تھے۔ میرا جہاں تک خیال ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ابتدا میں ان میں شامل نہ تھے۔ اور میں دوسروں کی نسبت بھی یہ نہیں کہتا۔ اور نہ میں نے کہا۔ کہ وہ فتنہ کے بانی تھے۔ مگر اس میں شبہ نہیں۔ کہ جب فتنہ ان کے ہاتھ آیا۔ تو نہایت شوق کے ساتھ انہوں نے اس میں حصہ لیا۔ ہم

اس کا ثبوت

دے سکتے ہیں۔ گو زبانی امور کے ثبوت ایک حد تک بہت مشکل ہوتے ہیں۔ لیکن ہم مہیا کر سکتے ہیں۔ بعض اخبار والوں نے بتایا کہ یہ لوگ ہمارے پاس آئے۔ اور خواہش کی کہ ان امور کو اخبار میں شائع کریں۔ بعض غیر احمدی معززین کی چٹھیاں آئیں۔ وہ لوگ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جلسہ پر لاہور آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک آنریری مجسٹریٹ صاحب نے جن کا مولوی محمد علی صاحب سے بھی تعلق ہے۔ لکھا۔ کہ ایک مجلس میں ایک شخص قرآن ہاتھ میں لے کر اور قسمیں کھا کھا کر ان باتوں کی اشاعت کر رہا تھا۔

غرض لاہور کے بعض اخبار نویسوں اور بعض معززین کی تحریروں اور زبانی پیغاموں سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ اس فتنہ میں دخل دے رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ یہ اس

فتنہ کے بانی

تھے۔ ہاں میں یہ ضرور کہتا ہوں۔ کہ ان کے دلوں میں چونکہ مجھ سے نفرت اور بغض تھا۔ اس لئے اس معاہدہ کو بھلا کر انہوں نے ایسی باتیں پھیلانی چاہیں۔ گو ان باتوں کی بنیاد رکھنے والے اور ہی تھے۔ لیکن یہ لوگ ذاتی عناد اور دشمنی کی وجہ سے ان میں شامل ہو گئے۔ بہر حال ان باتوں کے پھیلانے میں مولوی محمد علی صاحب کے گروہ نے حصہ لیا۔ میں مانتا ہوں مولوی صاحب نے خود ابتدا میں حصہ نہیں لیا۔ یا کم از کم میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور میں اس بات کا عادی نہیں۔ کہ جس بات کا ثبوت کوئی نہ ہو۔ وہ کہوں۔ بعض دوستوں نے مجھے کہا ہے۔ کہ ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ اشتہار بازی کرنے والے ان کے پاس جاتے رہے۔ ان سے مشورہ کرتے رہے۔ اور بعض نے یہ بھی چشم دید شہادت دی۔ کہ ان میں سے ایک کو ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ تانگہ میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ سمجھ لیا جائے۔ مولوی صاحب نے ان کی باتوں کی تصدیق کی۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ مولوی صاحب کا ان لوگوں کی باتوں میں حصہ لینا ثابت نہیں۔ مگر بعض دوسروں کا حصہ لینا ثابت ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ نے حصہ لیا۔ ان کی طرف سے باہر چٹھیاں بھیجی گئیں۔ چنانچہ ایک خاں دلاور خاں صاحب کو بھی چٹھی لکھی۔

غرض

تحریری اور تقریری طور پر

ان کی طرف سے ہمارے خلاف باتیں جاری رہیں۔ ہم ان کا جواب دے سکتے تھے۔ دے سکتے ہیں۔ اور اگر ادھر سے اصرار جاری رہا۔ تو شائد دینا پڑے۔ لیکن چونکہ ایسے امور میں دخل دینا انسان کی

فطرتی شرافت

پر گراں گزرتا ہے۔ اور باوجود ان حالات کے ایک شریف آدمی دخل دینے سے خواہ جواباً ہی ہو۔ حتی الوسع پرہیز کرتا ہے۔ گو اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے جواب دینا بھی پڑتا ہے۔ اور جواب دینا جائز بھی ہے۔ لیکن چونکہ طبیعت پر ایک قسم کا بوجھ پڑتا ہے۔ اس لئے پرہیز کیا جاتا ہے۔ لڑائی دفاعاً جائز ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمبے عرصہ تک اس سے پرہیز کیا۔ جب آپ نے لڑائی شروع کی۔ تو عقلاً اور اخلاقاً اس سے بہت پہلے آپ کو حق تھا۔ کہ مقابلہ کرتے۔ اگر آپ مکہ سے نکلنے کے معاً بعد

مکہ پر حملہ

کر دیتے۔ تو یہ آپ کے لئے جائز تھا۔ کیونکہ کفار کے مظالم بہت بڑھ گئے تھے۔ مگر آپ نے لڑائی شروع نہ کی۔ اور اس وقت تک نہ کی۔ جب تک خدا تعالٰے کی طرف سے حکم نہ آگیا کہ لڑائی کا جواب لڑائی سے دو۔ غرض بعض امور جائز ہوتے ہیں۔ مگر فطرت ان سے کراہت کرتی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ مسلمان لڑائی سے کراہت کرتے ہیں۔ حالانکہ دشمن سے لڑنا جائز ہے۔ تو ہم جواب دے سکتے تھے۔ اور دے سکتے ہیں۔ اور اگر مجبور کیا گیا۔ تو انشاء اللہ دینگے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے گا۔ ذاتی واقعات کو بیچ میں لانے سے پرہیز ہی کریں گے۔

بہر حال انہوں نے ان باتوں کو لیا۔ اور لوگوں میں پھیلایا۔ اور مجھے اور جماعت کو

بدنام کرنے کی کوشش

کی۔ میں نے بتایا ہے۔ ہمارے پاس اس کے متعلق غیر احمدی معززین کی تحریریں ہیں۔ اور ممکن ہے کوشش کی جائے۔ تو غیر مبایعین کے بعض ایسے خطوط بھی مل جائیں۔ جن کے ذریعہ سے ان باتوں کی اشاعت کی گئی ہو۔

خیر انہوں نے یہ طریق جاری رکھا۔ مگر میں نے پھر بھی اپنے اخبارات کو روکے رکھا۔ یہاں تک کہ

۱۷ جون کے جلسوں کیلئے

جو تحریک کی گئی تھی۔ اس کی انہوں نے مخالفت شروع کر دی اور اس رنگ میں مخالفت شروع کر دی۔ کہ گویا ہم احمدی خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے۔ ہم منکر نہیں۔ اور ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ اور جب تک ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں کسی کا حق نہیں ہے۔ کہ وہ کہے ہم خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ کوئی انسان یہ تو کہہ سکتا ہے۔ کہ میں خاتم النبیین کے جو معنی کرتا ہوں۔ وہ صحیح ہیں۔ اور جو تم معنے کرتے ہو۔ غلط ہیں۔ وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ جو معنی تم کرتے ہو۔ ان کے رو سے خاتم النبیین کا انکار ہو جاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم خاتم النبیین کے منکر ہو۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم اس کے قائل ہیں۔ تو پھر اس کا منکر کیونکر کہا جا سکتا ہے مگر انہوں نے ہم پر یہ حملہ کیا اور نہ صرف اس تحریک پر برا منایا بلکہ جب جلسے ہو چکے۔ اور نہایت کامیاب جلسے ہوئے۔ تو ان جلسوں کو ناکام بتانے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ غیر احمدیوں اور ہندوؤں تک نے اقرار کیا۔ کہ

جلسے بہت کامیاب ہوئے

ہیں۔ لاہور کے جلسہ کو ہی ان لوگوں نے ناکام بتایا۔ لیکن اسی جلسہ کے متعلق ایک ہندو وکیل لالہ رام ناتھ صاحب چوپڑہ نے اخبار انقلاب (۱۷ جولائی) میں ایک مضمون شائع کرایا۔ جس میں اس جلسہ کی کامیابی کا اعتراف کیا۔ اور لکھا جو تقریریں بانی اسلام کے متعلق کی گئیں۔ ان کا بہت اچھا اثر سامعین پر ہوا۔ گویا لاہور کا جلسہ ایک ہندو کو تو کامیاب نظر آیا۔ مگر ان لوگوں کو کامیابی نہ دکھائی دی۔ جو اپنے آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل درجہ سمجھنے والے قرار دیتے ہیں۔ پھر بنگال کے ایک مشہور اخبار "سلطان" (۲۱ جولائی) نے جو پہلے ہمارے خلاف لکھتا رہا۔ لکھا۔ جماعت احمدیہ نے ۱۷ جون کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت بیان کرنے کے لئے ہندوستان بھر میں جلسے منعقد کئے ہمیں اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کہ تقریباً

سب جگہ کامیاب جلسے ہوئے

اور یہ تو ایک حقیقت ہے۔ کہ اس نواح میں احمدیوں کو ایسی عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے۔ کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ روز بروز طاقت ور ہو رہی ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کر رہی ہے۔ ہم خود بھی ان کی طاقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کی رائیں ہیں۔ جنہوں نے ۱۷ جون کے جلسے دیکھے۔ اور جنہیں ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہ تھا

لیکن ان کے مقابلہ میں غیر مبایعین نے بار بار لکھا۔ کہ جلسے ناکام ہوئے۔ ان کی امیدیں پوری نہیں ہوئیں اگر

مذہبی طور پر اختلاف

ہوتا۔ اور اس وجہ سے نکلتے۔ تو کہتے یہ خاتم النبیین کے قائل نہیں۔ مگر انہوں نے تو جلسوں کے بعد ان جلسوں کو ناکام دکھانے کی کوشش کی۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ یہ محض ان کا عناد اور دشمنی تھی۔ اس بات کے اور بھی ثبوت ہیں۔ مگر اس وقت میں اس بحث کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ اس لئے اسے چھوڑتا ہوں۔

انہی دنوں

ایک شخص نے

جو مبایعین میں سے ہیں۔ جن کی طبیعت جوشیلی ہے۔ اور جب وہ جوش میں آتے ہیں۔ تو بعض دفعہ انہیں خیال نہیں رہتا۔ کہ میرے الفاظ کے لوگ کیا معنے لیں گے۔ ان کے اخلاص میں شبہ نہیں۔ وہ کام کرنے والے آدمی ہیں اور اپنے علاقہ میں تعلیم کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ احمدیت بھی ان کے دل میں اس قدر جاگزیں ہے۔ کہ وہ اپنے ہر خط میں مجھے لکھتے ہیں۔ دعا کریں۔ میرے بچے بچے اور مخلص احمدی ہوں۔ مگر انہوں نے جوش میں ایک خط لکھدیا۔ جس میں لکھا۔ کہ ۱۷ر جون کے جلسوں میں لیکچر دینے والوں کے لئے کتابوں کی جو فہرست شائع کی گئی اس میں فلاں فلاں کتاب کا نام نہیں لکھا گیا۔ یہ تنگدلی پر مبنی ہے۔ حالانکہ ہو سکتا ہے۔ کہ فہرست لکھنے والے کے ذہن میں وہ کتابیں نہ ہوں۔ مگر انہوں نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ انسان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ پھر ہو سکتا ہے۔ تنگ دلی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ دوسرا فریق ناجائز فائدہ نہ اٹھالے۔ ذکر نہ کیا گیا ہو۔ ہماری طرف سے اس وقت تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں عام اسلامی مسائل درج ہوتے ہیں۔ مگر اس فریق نے کبھی ان کے پڑھنے کی تحریک نہیں کی یہ سب باتیں ان سے نظرانداز ہو گئیں۔ اور انہوں نے لکھا۔ کہ کتابوں کا نام تنگ دلی کی وجہ سے نہیں لکھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے متعلق لکھا کہ نبی کریم صلعم کے متعلق پاکیزہ تحریک کے بارہ میں

بیہودہ نیش زنی

کرکے لاہوری جماعت نے اپنی نہایت افسوسناک تنگدلی و تعصب کا ثبوت دیا۔ اور "پیغام صلح" نے سرورق پر آیت تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا لکھ کر غیر مسلموں تک کے ساتھ اشتراکی امور میں مل کر کام کرنے کی

جو دعوت لاہوری جماعت نے دے رکھی ہے۔ اس کے برخلاف یہ طریق عمل دکھایا ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے "پیغام صلح" نے ہمارے متعلق لکھا۔ ان کا اختیار ہے۔ کہ وہ جو چاہیں کریں۔ صلح کریں یا جنگ کریں۔ ہم دونوں حالتوں میں ان کے عقائد کے خلاف جو اسلام میں خطرناک تفرقہ پیدا کرنے والے ہیں۔

ہر حال میں جنگ

کریں گے۔

میں اس وقت پھر اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہ ہمارے عقائد اسلام میں تفرقہ پیدا کرنے والے ہیں۔ یا انہوں نے اس رنگ میں ان کو پیش کیا ہے۔ بہرحال انہوں نے لکھا۔ کہ ہم صلح کریں۔ یا جنگ۔ وہ ہمارے خلاف جنگ کرتے رہیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسا عقیدہ تھا۔ جس کے خلاف انہوں نے یہ

جنگ کا اعلان

کیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ سارے ہندوستان میں جلسے ہوں۔ اور ان میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت بیان کی جائے۔ کیونکہ جس مضمون پر یہ اعلان جنگ کیا گیا۔ اس میں مضمون نویس نے ایک طرف تو یہ لکھا تھا۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی کتابوں کے نام کیوں نہ شائع کئے گئے۔ اور دوسری طرف یہ لکھا تھا۔ کہ جو جلسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے منعقد ہونے والے تھے۔ ان کی غیر مبایعین نے کیوں مخالفت کی۔ اس پر پیغام صلح نے لکھا۔ ان کے عقائد جو تفرقہ پیدا کرنے والے ہیں۔ ان کے خلاف ہر حال میں جنگ کی جائیگی۔ پس تفرقہ ڈلوانے والے عقائد میں سے ایک عقیدہ ۱۷ر جون کے جلسوں کی تحریک تھی۔

میں نے اس کے متعلق لکھا۔ ہماری جماعت کے لوگ اس

جنگ کے دفاع

کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور ان صداقتوں کے پھیلانے کیلئے مستعد ہو جائیں۔ جو خدا تعالےٰ نے ان کو دی ہیں۔ اور اس بغض و کینہ کو انصاف اور عدل کے ساتھ مٹانے کی کوشش کریں۔ جس کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی ہے۔ اور اس فتنہ اور لڑائی کا سد باب کریں۔ جس کا دروازہ انہوں نے کھولا ہے۔ اور کوشش کریں۔ کہ مسلمانوں کے اندر اس

صحیح اتحاد کی بنیاد

پڑ جائے جس کے بغیر آج مسلمانوں کا بچاؤ مشکل ہے۔ اور جس

صرف اپنی ذاتی اغراض کے قیام کے لئے یہ لوگ روکنا چاہتے ہیں۔ اور کوشش کریں کہ ان میں سے انصاف پسند رہیں اپنی غلطی کو محسوس کرکے آپ لوگوں میں آ شامل ہوں تاکہ جس قدر بھی ہو سکے۔ اس اختلاف کی شدت کو کم کیا جا سکے اس میں میں نے یہ بھی ظاہر کیا تھا۔ کہ وہ معاہدہ جو ڈلہوزی میں ہوا تھا۔ اسے توڑنے کی ابتدا ان لوگوں نے کی

اس کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں بہت زیادتی کی ہے۔ اور بہت سختی سے کام لیا ہے۔ مجھے گالیاں دی گئی ہیں۔ اور میرے خوابوں پر تمسخر اڑایا گیا ہے۔ میں ان سب باتوں کو قطعی طور پر نظرانداز کر دیتا ہوں۔ کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں۔ مسلمانوں میں یہی

حد سے بڑھا ہوا جوش

ہے۔ جو دوسروں کے سامنے انہیں ذلیل کر رہا ہے۔ مسلمان آپس میں ملکر کام کرنے کے لئے تو تیار نہیں ہیں۔ مگر ہندوؤں سے مل کر کام کر سکتے ہیں۔ اسی جوش میں مولوی محمد علی صاحب آ گئے ہیں۔ اور انہوں نے سختی کی ہے۔ کچھ تعجب نہیں۔ کہ کچھ دن کے بعد وہ خود اس پر ندامت محسوس کریں۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ ان کی جماعت کے شریف الطبع لوگ ندامت محسوس کریں۔ کہ

مولوی صاحب نے بیجا سختی کی ہے

وہ ایسا کریں یا نہ کریں۔ یہ ان کا خدا سے معاملہ ہے۔ مگر ان باتوں کا جواب دینے کے لئے میں تیار نہیں ہوں۔ جس بات کے متعلق اس وقت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ میں نے اس مضمون میں ایک فقرہ لکھا تھا جو یہ تھا۔

"اگر دوسرے فرقوں بلکہ غیر مذاہب کے غیر جانبدار لوگوں سے بھی پوچھا جائے گا۔ تو وہ بلا تردد گواہی دیں گے۔ کہ پیغام صلح جو کچھ ہمارے خلاف لکھتا ہے۔ اور جس طرز سے لکھتا ہے۔ اس سے بیسواں حصہ بھی ہم نہیں لکھتے"

اس پر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہمیں یہ چیلنج منظور ہے۔ معاہدہ کے بعد کی دونوں فریق کی تحریروں کو لے لیا جائے۔ اور جماعت احمدیہ سے باہر کوئی تین مسلمان منصف بتراضی فریقین مقرر کر لئے جائیں۔ بیسویں اور دسویں کے فیصلہ کی ضرورت نہیں۔ وہ جس فریق کی طرف سے معاہدہ کے بعد صریح زیادتی کی ابتلا قرار دیں۔ وہ دوسرے فریق سے معافی مانگے"

جب مولوی صاحب نے

فیصلہ کا ایک طریق

منظور کرلیا ہے۔ تو مجھے بھی ان کی گالیوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ ایسا رنگ پیدا ہو۔ جو مسلمانوں میں تفرقہ کا موجب ہو۔ اگرچہ مولوی صاحب کے ایک دوست نے حال ہی میں لکھا ہے۔ کہ وُہ ہمیں مسلمانوں کا ایک فرقہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسلام سے علیحدہ مذہب قائم کرنے والے قرار دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک شیعہ۔ حنبلی۔ اہلحدیث۔ حنفی وغیرہ تو سارے کے سارے اسلامی فرقے ہیں۔ لیکن ہم مبایعین اسلامی فرقہ نہیں۔ خود مولوی صاحب بھی ہمیں

اسلامی فرقہ

مانتے ہیں۔ یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ شاہ پور کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے الیکشن میں مولوی محمد علی صاحب کا ایک ہم خیال پچھلے دنوں جب کھڑا ہوا۔ تو وہاں کی ہماری جماعت کے لوگوں نے کہا۔ وہ دوسرے شخص کو رائے دیں گے۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے میرے پاس چٹھی آئی۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ آپ کے مبایع ایک غیر احمدی کو ووٹ دینا چاہتے ہیں۔ ایک غیر مبایع کے مقابلہ میں یہ کیسے افسوس کی بات ہے۔ یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ ضرورت کے وقت دوسرے مسلمانوں کی نسبت مبایع اُن کو

پکّے مُسلمان

نظر آتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک مبایعین کو اپنے ووٹ ایک غیر احمدی کے مقابلہ میں غیر مبایع کو دینے چاہئیں۔ تو

ووٹوں کے وقت

ہم کو دوسروں کی نسبت زیادہ پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ مگر دوسرے معاملات میں اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ یہ لوگ ہم سے

دو رنگ میں سلوک

کرتے ہیں۔ جب ووٹ لینے کا وقت آتا ہے۔ اس وقت تو ہم دوسرے مسلمانوں کی نسبت پکے مسلمان بن جاتے ہیں۔ اور جب ۱۷ جون کے جلسوں کی تحریک ہوتی ہے۔ تو ہم سے بدتر کوئی نہیں رہتا۔

بہرحال مولوی صاحب نے فیصلہ کا جو طریق پیش کیا ہے اسے

میں منظور کرتا ہُوں

اور اس کے لئے تین آدمیوں کو لے لیتا ہُوں۔ جو معاہدہ کے بانی تھے۔ یعنی سید عبد الجبار صاحب۔ خانصاحب مولوی غلام حسن صاحب خان ولا اور خانصاحب۔ ان میں سے دو تو غیر مبایع ہیں۔ اور ایک نے اس معاہدہ کے بعد بیعت کی ہے۔ پہلے وہ بھی غیر مبایع تھے۔ وہ بیعت میں حدیث العہد ہیں۔ ایک سال کے قریب انہیں بیعت میں داخل ہوئے ہوا ہوگا۔ اور عقیدتاً وُہ اب بھی بعض امور میں مجھ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ چونکہ ان تینوں میں سے صرف ایک مبایع ہیں۔ اس لئے میں ایک ممبر اور اپنی طرف سے پیش کرتا ہوں۔ اور وُہ میاں بشیر احمد صاحب ہیں۔ اس طرح دو مولوی صاحب کی طرف سے اور دو میری طرف سے ہوئے۔ ان کے سامنے لٹریچر رکھ دیا جائے۔ جسے دیکھ کر وُہ فیصلہ کریں۔ کہ اصولی بحث کرنے سے کیا مطلب تھا۔ اور کس نے اس کے مطابق کام کیا۔ اور کس نے ذاتیات پر حملے کئے۔ یہ اصحاب

دو طریق پر تحقیقات

کریں۔ ایک یہ کہ میری اور مولوی محمد علی صاحب کی تحریروں اور تقریروں کو دیکھیں اور دوسرے جماعت کے دوسرے لوگوں کی تحریروں کو دیکھیں۔ اور فیصلہ کریں کس نے ابتدا کی۔ اور کس کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی۔

اگر یہ کمیٹی میرے متعلق فیصلہ کر دے۔ کہ میری طرف سے زیادتی ہوئی۔ نہ کہ مولوی صاحب کی طرف سے۔ تو

آپ لوگ گواہ رہیں

اور اگر میں اس بات پر قائم نہ رہوں۔ تو جھوٹا سمجھا جاؤں۔ کہ میں علے الاعلان معافی مانگونگا۔ اور اگر یہ فیصلہ کرے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے زیادتی ہوئی۔ تو وہ اقرار کریں۔ کہ معافی مانگیں گے۔ اسی طرح

جماعتوں کے مُتعلق

ہوگا۔ اگر یہ فیصلہ ہو۔ کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے معاہدہ توڑا تو جن اخبارات نے توڑا ہوگا۔ وہ معافی مانگیں گے۔ یعنی اگر ثابت ہو جائے۔ کہ الفضل نے اس معاہدہ کو توڑا۔ تو الفضل معافی کا اعلان کرے گا۔ اور اگر یہ ثابت ہو۔ کہ پیغام صلح نے توڑا۔ تو پیغام صلح معافی مانگے گا۔ اور اگر کسی فرد کی طرف سے معاہدہ کا توڑنا ثابت ہوا تو اس سے معافی کا اعلان کرایا جائیگا۔

پس ان

چار آدمیوں کی کمیٹی

بیٹھ جائے۔ ان کے سامنے سارا معاملہ رکھ دیا جائے۔ لیکن اگر مولوی محمد علی صاحب کو یہ چار آدمی منظور نہ ہوں۔ تو ان کے سوا

اور چار اصحاب

لے لئے جائیں۔ جن میں ایک انکا ہم خیال ہو۔ اور ایک میری جماعت کا اور دو غیر احمدی ہوں۔ میری طرف سے چوہدری ظفر اللہ خانصاحب ہونگے۔ اور غیر احمدی اصحاب میں سے سر محمد اقبال صاحب اور سر عبد القادر صاحب کو میں تجویز کرتا ہوں۔ ان کا مجھ سے بھی تعلق ہے۔ مگر لاہور میں رہنے کی وجہ سے مولوی صاحب سے زیادہ تعلق ہے۔ چوتھا آدمی مولوی صاحب تجویز کریں۔

مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ پہلے زبانی اور خط و کتابت کے ذریعہ ان پر حملے کئے گئے۔ اگر ایسا کیا گیا ہے۔ تو مولوی صاحب وہ

خطوط پیش کر دیں

بات صاف ہو جائے گی۔ باقی ان کا قاضی محمد یوسف صاحب پر الزام لگانا درست نہیں۔ اگر یہ پنچ انھوں نے منظور کر لیا۔ اور تحقیقات کے لئے بیٹھا۔ تو

ہم ثابت کریں گے

کہ قاضی صاحب کی کتاب کے شائع ہونے سے قبل پیغام ہمارے خلاف حصہ لے رہا تھا۔ اس پنچ کا یہ بھی کام ہوگا۔ کہ وُہ فیصلہ کرے مسائل پر بحث کس رنگ میں ہونی جائز تھی۔ یوں تو پہلے بھی مسائل پر ہی بحث ہوتی تھی۔ سوال یہ تھا۔ کہ دوسرے کو ذلیل کرنے اور لوگوں کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اب یہ دیکھا جائیگا۔ کہ اسی طرح کیا گیا۔ یا نہیں

مسائل کی بحث

میں شرعی دلائل سے کام لیا گیا۔ یا لوگوں کو اشتعال دلایا گیا۔ اب دیکھو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے لکھا ہے۔ حضرت مسیح نے مردے زندہ نہیں کئے۔ اس پر مولوی کہا کرتے تھے۔ مرزا صاحب معجزات کے منکر ہیں۔ کیا یہ بحث ان کی جائز تھی۔ یا صرف لوگوں کے بھڑکانے کے لئے تھی۔ یہ محض بھڑکانے کے لئے تھی۔ پس دیکھنا یہ ہے۔ کہ جو بحث کی گئی۔ وُہ بھڑکانے کا پہلو رکھتی ہے۔ یا نہیں۔ اس اصل کے ماتحت مسائل کی بحث دیکھی جائے گی۔ پہلے بھی یہی بحث کا رنگ تھا جس کی وجہ سے معاہدہ کیا گیا تھا۔ ورنہ صرف ذات پر حملے پہلے بھی نہیں کئے جاتے تھے۔

باقی

زبانی باتوں کے متعلق

میرے پاس کوئی اطلاع نہیں پہونچی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں مولوی صدر الدین صاحب اور میر مدثر شاہ صاحب کے متعلق پشاور کی جماعت نے لکھا۔ کہ وُہ کہتے ہیں۔ برلن کی مسجد کا روپیہ آپ کھا گئے ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ حکومت نے شرط لگائی تھی۔ کہ اگر اس قسم کی عمارت نہ بناؤ گے۔ تو عمارت گرا دی جائے گی۔ یہ جھوٹ بولا ہے۔ لیکن خُدا کی قدرت ان لوگوں کو خود بخود جواب مل گیا۔ انھوں نے جو

برلن میں مسجد

بنائی۔ اس کے متعلق اسی قسم کا نوٹس ان کو ملا۔ اس کی وجہ سے انھوں نے دنیا کے بادشاہوں کو چٹھیاں لکھیں۔ کہ مدد کی جائے۔ ورنہ مسجد گرا دی جائے گی۔ جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو انھوں نے عربی۔ ترکی اور فارسی میں اعلان چھپوا کر بھیجے۔ کہ چندہ بھیجو۔ ورنہ مسجد گرا دی جائے گی۔ یہ اعلان میرے پاس موجود ہے۔ گویا خُدا نے ان لوگوں کو ان کے اعتراضوں کا جواب دے دیا ہے۔ میں نے اس اعلان کو بھی شائع نہ ہونے دیا۔ جو میرے پاس جرمنی سے پہونچ چکا تھا۔ اور اب تک ہے۔

اسی طرح مولوی صدر الدین صاحب نے بیان کیا۔ کہ مسجد لنڈن کی جو شہرت کر رہے ہیں۔ کہ ایسی ایسی بن گئی ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ اسی طرح میر مدثر شاہ صاحب نے روپیہ کھا جانے